ہنٹر پر ہنٹر

جس میں

ولیم ہنٹر کی مشہور کتاب "ہندوستانی مسلمان" میں بیان کردہ بعض افسوسوں کا ازالہ

اور چند سنگین اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا گیا ہے

از

سر سیّد احمد

قیمت -/1/8

اقبال اکیڈمی لاہور

Marfat.com

ہنٹر پر ہنٹر

ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ہنٹر۔ آئی۔ سی۔ ایس (بنگال سول سروس)
کی شہرہ آفاق کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان"
پر دلچسپ، مفید اور معلومات افزا تبصرہ

از

سرسید احمد خاں

اقبال اکیڈمی

ایبک روڈ۔ انارکلی۔ لاہور

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

Marfat.com

136120

بار اوّل   اپریل ۴۹ء   ایک ہزار

یہ کتاب کیپٹل کواپریٹو پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ۔ لاہور میں باہتمام
سید محمد شاہ طابع و ناشر طبع ہوئی اور دفتر اقبال اکیڈمی
ایبک روڈ۔ انارکلی لاہور سے شائع ہوئی

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب!

موسوم بہ

"ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں

پر

کیا از روئے ایمان کے ملکہ معظمہ سے بغاوت کرنی فرض ہے"

پر

سیّد احمد خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی

کی نکتہ چینی

جس کو

ایک مسلمان نے جمع کر کے طبع کیا۔

Marfat.com

دیباچہ

ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ہنٹر کی شہرۂ آفاق کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کو اقبال اکیڈمی نے اردو کا جامہ پہنا کر مسلمانوں کی تاریخ کے ایک اہم گوشے کو نمایاں کر دیا ہے۔ خدا کے فضل سے اس کتاب کو اس قدر قبولِ عام حاصل ہوا ہے کہ اب تک اس کے کئی ایک ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ ہنٹر نے انگریز ہونے کی وجہ سے اپنی کتاب میں بعض جگہ تعصب سے کام لیا ہے اور بعض جگہ باوجود انتہائی کوشش کے وہ مسلمانوں کے مسائل یا تو سمجھ نہیں سکا یا اگر سمجھ گیا تھا تو ان کو اصلی رنگ میں پیش کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ان وجوہات کی بنا پر کتاب میں بعض قابلِ گرفت باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ سر سید مرحوم نے ہنٹر کی کوئی پرواہ نہ کی اور نہایت جرأت و بے باکی سے اس کی اصلاح کی۔ اور لطف یہ کہ لنڈن میں جہاں سے ہنٹر نے

Marfat.com

اپنی کتاب طبع کرائی وہیں سے سرسید مرحوم نے اس کا جواب بیک وقت اردو اور انگریزی میں شائع کیا۔

یہ کتاب اب ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے اور مسلمانوں کا ایک علمی ذخیرہ ہے۔ اقبال اکیڈیمی نے جہاں ہنٹر کی کتاب کو شائع کیا وہاں اس کی اشاعت بھی ناگزیر سمجھی۔ وما توفیقی الا باللہ

لاہور
یکم اپریل ۱۹۴۹ء

محمد شاہ

Marfat.com

آج کل عموماً مسلمانان ہندوستان اور خصوصاً فرقہ وہابیوں کی ہوا خواہی بوجوہات چند در چند معرض بحث میں ہے۔ اکثر اخبارات انگلستان اور ہندوستان نے اپنے تعصب و عداوت یا منصف مزاجی کے موافق اس بحث میں شامل ہو کر اکثر غلط خیالات کو خاص و عام کے دلوں پہ جمانے یا اُکھاڑنے کی کوشش کی ہے۔ ایک مدت سے ہماری فرمانروا قوم کو ہماری خیر خواہی اور وفاداری میں کلام تھا اور اسی سبب سے ہماری جانب خیالاتِ فاسد کو اپنے دلوں میں راہ دیتی تھی لیکن حال کے چند واقعات جانکاہ یعنی نارمن صاحب اور لارڈ میو صاحب کے قتل نے ان پرانے شبہوں کو ظاہر اور مستحکم کر دیا اور ان بد خیالات کو زیادہ تر فاسد کر دیا۔ گو کہ اتنے عرصہ کے بعد اس امر کا ثبوت حق الیقین کے درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ یہ دردناک واقعے ان خاص وحشی آدمیوں کے ذاتی کام تھے۔ اور ان کو عام مسلمانانِ ہند سے کسی طرح تعلق نہیں لیکن تاہم بہت سے لوگ ایسے موجود ہونگے

Marfat.com

کہ وہ اپنی قوت ممیزہ پر اپنے نفس کو غالب آنے دیتے ہیں اور قومی جوش کے محکوم ہو کر بلا سمجھے بوجھے اپنے فرضی دشمنوں سے بدل وجاں نفرت کرتے ہیں اور ایسے امور کے مرتکب ہوتے ہیں جو الٹے انہیں کے ہم قوموں کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں۔ گو کہ یہ لوگ بے انتہا تاسف کے قابل ہیں لیکن ان سے بھی زیادہ افسوس کے قابل وہ لوگ ہیں جو کسی فرقہ کے ہوا خواہ بن کر اس کے سبب (گو اپنی ناواقفیت سے نادانستہ اور بہ نیت خیر) ایسی باتیں تحریر کریں جو اُس فرقہ کے حق میں نہایت مضرت رساں ہیں۔ سچ کہا ہے کہ دشمن دانا بہ از دوست ناداں کیونکہ دشمنوں کی شکائتوں پر گو وہ بجا ہی کیوں نہ ہوں کم توجہ دیتی ہیں صرف اس وجہ سے کہ دشمن کی شکائتیں ہیں اور دوست کے خلاف واقع بیانات کو اکثر تسلیم کر لیتی ہیں صرف اس وجہ سے کہ وہ دوست کا بیان ہے چنانچہ نفس الامر میں یہی کیفیت ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی اس کتاب کی ہے جو انہوں نے حال میں مسلمانان ہند کی بابت تحریر کی ہے اور جس کی مولوی سید احمد خاں بہادر سی، ایس، آئی نے بڑی لیاقت کے ساتھ نکتہ چینی کی ہے۔

چونکہ میں بھی ایک ہندوستان کا مسلمان مقیم لندن ہوں لہذا مجھ پر بھی یہ فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے ان جوابات کو جن کے سبب اکثر اتہام جو کہ میرے ہم مذہبوں کی طرف منسوب کیے گئے

Marfat.com

ہیں رفع ہوتے ہیں مشتہر کروں اس خیال سے میں نے یہ سب مضامین اخبارات سے جمع کر کے ایک مختصر رسالہ کی شکل میں طبع کیے تاکہ عوام الناس اس کو پڑھ کر اپنی غلط اور بے بنیاد خیال کو تبدیل کریں۔

آج کل علی العموم سب لوگوں کی توجہ ہندوستان کے مسلمانوں کے دلی خیالات کی جانب مائل ہو رہی ہے اور اس توجہ کی تین باتیں زیادہ باعث ہیں ایک تو وہابیوں کے مقدمات اور دوسرے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی وہ کتاب جو انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی بابت لکھی ہے اور تیسرے مسٹر نارمن صاحب چیف جسٹس کا قتل —— ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کا ہندوستان کے لوگوں میں بہت کچھ چرچا ہے اور تمام فرقوں کے لوگ اس کو نہایت شوق اور توجہ سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی اس امید سے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا کہ شاید اس کتاب کے سبب سے اس پیچیدہ معاملے میں جو عوام کے نزدیک ایک دقیق بات ہے مجھ کو کچھ روشنی حاصل ہو کیونکہ میں نے یہ بات سنی تھی کہ اس کتاب کا مصنف مسلمانوں کا ایک بڑا دوست اور نہایت بڑا لائق عالم ہے۔ پس کوئی شخص [illegible] کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ جو اس لائق مصنف کی اس اخیر تصنیف [illegible]

Marfat.com

کی علمی لیاقت کا اقرار نہ کرے گا اور اس کے طرز بیان کو مکالی صاحب کے
طرز بیان کے موافق نہ خیال کرے گا مگر ہماری دانست میں۔ ایک ایسے
مصنف کے واسطے جو ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں کی اطلاع کے
واسطے ایک کتاب تصنیف کرے صرف علمی لیاقت ہی کافی نہیں بلکہ اس
پر اس امر کی احتیاط بھی لازم ہے کہ وہ اپنے مضامین کو مضرت آمیز خیالات
سے نہ رنگے اور جو قدر و منزلت ایک تاریخی کتاب کی ہونی چاہیے اس کا لحاظ
کرے۔ میرے علم و یقین کے موافق ہندوستان کے بہت سے حاکم اس بات
پر مطمئن ہیں کہ انگریزی علم ان کی کتابیں اور اخبار دونوں کا اثر ہندوستانی لوگوں
کے دل تک نہیں پہنچتا۔ پس عام معاملات میں تو لاکھوں آدمیوں کی نسبت
یہ یقین صحیح ہے مگر خاص خاص معاملات میں جیسے کہ مثلاً انگریزوں کی طبیعت
جو کیفیت ہندوستانیوں کی نسبت ہے یا جو معاملات مذہب سے متعلق
یا محصول وغیرہ سے متعلق ہیں ان حکام کا یہ یقین بالکل صحیح نہیں ہے
کہ ہندوستانی لوگ ایسے معاملات تو نہایت غور و فکر کے ساتھ دیکھتے ہیں
جن مضامین میں ان کی برائی اور ذلت ہو یا جن باتوں سے ان کے خیالات
کی کیفیت معلوم ہوتی ہو ایسے مضامین کا ان کے دلوں پر یقین ہو جاتا
ہے اور انجام کار اُن سے جو نتیجہ نکلتا ہے اور گو ایسی باتوں کو عام لوگ خود
نہیں پڑھ سکتے مگر پڑھے لکھے لوگوں سے اُن کو سن ضرور لیتے ہیں اور

جب سُن سنا کر آپس میں اُس کا ذکر کیا جاتا ہے تو پھر بہت سے مبالغہ کے ساتھ اس بات کو بڑھا دیتے ہیں اور اسی صورت سے بہت سے لوگ مذہبی معاملات وغیرہ پر نہایت شوق و رغبت سے رائے دیتے ہیں۔

جو بات کسی کتاب یا اخبار میں لکھی جاتی ہے اس کو عوام الناس تمام انگریزی قوم کے خواہ وہ ملازم سرکار ہو یا نہ ہو ادنےٰ ممبر سے لے کر صاحب گورنر جنرل بہادر با جلاس کونسل تک کی بلکہ خاص ملکہ معظمہ کی رائے سے سمجھتے ہیں۔ اور جب یہ حالت ہے تو اہل تصنیف پر یہ بات واجب ہے کہ جب وہ کسی بڑے معاملے کو بیان کریں تو اول اس کی اصلی کیفیت کو نہایت درجہ کی احتیاط اور تحقیق سے دریافت کر لیا کریں اور بعد دریافت کے بھی وہ ایسے معاملات میں اہل تصنیف کے سے مبالغے یا اور قسم کی غلط بیانی کو کام نہ فرمایا کریں۔ بھلا جب ہم یہ بات اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ ایک ایسے افسر نے جو نہایت عالی رتبہ عہدہ پر ممتاز ہے اور جس پر سرکار کی بھی نظر مہربانی ہے ایسی باتیں اور غلط خیال مسلمانوں کی نسبت بیان کئے جیسے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب میں لکھے گئے ہیں تو ہم مسلمان خواہ مخواہ بھی سمجھیں گے کہ شاید تمام انگریز ڈاکٹر صاحب کی رائے سے متفق ہوں گے مجھ کو ڈاکٹر صاحب کی کتاب سے بہت بڑی باتوں کی توقع تھی۔ لیکن بڑا افسوس ہے کہ میری توقع بھی اور بہت سے آدمیوں کی طرح مایوسی سے

بدل گئی۔ اور گو ڈاکٹر صاحب مسلمانوں کے بڑے دوست ہیں لیکن اُن کی اس اخیر دوستی نے جو اُن کی اس پچھلی کتاب سے ظاہر ہوتی ہے ہم لوگوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔ اور جب میں نے اس کتاب کو پڑھا تو برملا میں نے کہا کہ خدا مجھ کو میرے ایسے دوستوں سے بچائے۔ جو محبت اور مہربانی اس تمام کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے مسلمانوں کے ساتھ کی ہے بلاشبہ میں اُس کو تسلیم کرتا ہوں اور اس محبت کے عوض میں مصنف کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن اس شکریہ کے ساتھ اس بات کا افسوس بھی کرتا ہوں کہ جس طریقے سے اس عالی دماغ مصنف نے اپنی کتاب لکھی ہے اُس طریقے سے اُس نے اپنے تمام نیک ارادوں کو باطل کر دیا ہے اور اُن سے اپنے قلم کی طاقت سے اس طرح پر کام لیا ہے جن سے انگریزوں کے دلوں میں مسلمانوں کی نسبت (جو پہلے ہی سے کچھ عزیز نہیں تھے) اور بھی زیادہ کاوش پیدا ہو۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ میری اس کتاب کے مطالب صرف بنگالے کے مسلمانوں سے متعلق ہیں کیونکہ میں صرف انہیں سے زیادہ واقف ہوں۔ مگر جو شخص اس کتاب کو دیکھے گا وہ اس کے بہت سے فقروں سے اس بات کا یقین کرے گا کہ مصنف مذکور نے کچھ خاص بنگالے کے مسلمانوں ہی کے حالات میں اپنی کتاب کو محدود نہیں کیا بلکہ اُس نے

Marfat.com

تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو شامل کر لیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا عنوان ہی ہمارے اس بیان کا شاہد ہے وہ عنوان یہ ہے "ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں پر کیا از روئے ایمان کے۔ ملکہ معظمہ سے بغاوت کرنا فرض ہے"۔ علاوہ اس کے ان کی کتاب کے صفحے گیارہ میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ "یہ مباحثے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ تمام مسلمان اپنی بغاوت سکھانے والے پیشواؤں کی زہر آمیز نصیحتوں کو نہایت شوق و ذوق سے سنتے ہیں اور ایسے آدمی بہت تھوڑے ہیں جو اپنی تیزی طبیعت سے اپنی شرع کا مطلب اور کچھ ٹھہرا کر بغاوت کے بڑے فرض سے بچ جاتے ہیں"۔ بعد اس کے اسی صفحے میں یہ لکھا ہے کہ "ہندوستان کے مسلمان اب بھی ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی کے لئے موجب خطر ہیں جیسے کہ ایک مدت سے موجب خطر چلے آتے ہیں"۔ پس گو مصنف مذکور صرف بنگالے کے مسلمانوں کی کیفیت سے واقف ہے مگر کیفیت وہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی بیان کرتا ہے۔ پس چونکہ میں ہندوستان کا ایک سیاح اور واقف کار باشندہ ہوں اس لئے مجھ کو چاہیے کہ میں [illegible] ہنٹر صاحب کی مخالفت اور اپنے ہم وطنوں کی طرف [illegible] میں اپنی زبان کھولوں اور گو میں خوب جانتا ہوں کہ جو کام میں نے [illegible] لیا ہے اس میں مجھ کو نہایت سخت وقت پیش آئے گی اور وہ وقت [illegible] ہی ہو گی جیسے

Marfat.com

کہ اس رعایت میں ایک قوم کے کسی معاملے کے مؤیدوں کو پیش آیا کرتی ہے جبکہ اُس قوم کی نسبت کسی غیر قوم کے آدمی نے بلاتحقیق کے ایک رائے قائم کر دی ہو اب میں بشپ آف منچسٹر کے اُن لفظوں کے ساتھ جو انہوں نے مقام ناٹنگھم میں ماہ گزشتہ میں فرمائے تھے یہ بات چاہتا ہوں کہ میری تحریر پر بلا کسی رو رعایت کے انصاف کے ساتھ توجہ کی جائے اور وہ الفاظ یہ ہیں جس شخص کا عقیدہ درست ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور جس شخص کا عقیدہ سچا ہوگا اُس کی چال چلن میں ہرگز کجی نہ ہوگی چونکہ میرا بھی عقیدہ اس بات میں درست ہے میں جو لکھنا چاہتا ہوں اس سبب سے میں امید کرتا ہوں کہ میں سب لوگوں کے دل پر اس بات کو منقش کر دونگا کہ جو چیز چمکے وہ سب سونا ہی نہیں ہوتا اور جس بات کا ڈاکٹر ہنٹر صاحب یقین دلانا چاہتے ہیں وہ سب سچ ہی نہیں ہے۔

چونکہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے وہابیت اور گورنمنٹ انگریزی سے بغاوت کرنے کو ایک ہی بات بیان کی ہے لہذا اوّل میں اسی امر کی نسبت گفتگو کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ اس عالم ڈاکٹر نے ہندوستانیوں کی اطلاع کے واسطے وہابیت کے کیا معنے بیان کئے ہیں بعد اس کے کہ میں جہاد کے مسئلہ پر غور کروں گا میری دانست میں تمام دُنیا کے باشندوں نے تا مدِ وہابیت کے اصلی معنی کو بہت ہی کم سمجھا ہے اور اس کی اصلیت

Marfat.com

کو اس طرح پر بیان کرنا کہ وہ عوام کی سمجھ میں بھی بخوبی آجاوے نہایت مشکل ہے میری دانست میں جو نسبت مذہب پراٹسٹنٹ والے کو رومن کیتھولک کے ساتھ ہے وہی نسبت ایک وہابی کو اسلام کے اور فرقوں کے ساتھ ہے سابق میں وہابیت کی بابت ایک کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا گیا تھا اور ۱۸۵۲ء میں وہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ کی تیرہویں جلد میں چھپا تھا چنانچہ اس رسالہ میں عقاید وہابیت کے نہایت صحیح تشریح کی گئی مگر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اُن کا اختصار کر کے سات مسئلے حسب تفصیل ذیل بیان کئے ہیں:۔

اوّل۔ ایک صانع کی ذات ماننا۔

دوم۔ انسان اور اُس کے پیدا کرنے والے کے درمیان شفاعت کے کسی ذریعہ کو مطلقاً تسلیم نہ کرنا۔ اور اولیاؤں سے استعانت اور امداد طلب کرنے کو بُرا سمجھنا بلکہ خاص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا معتقد نہ ہونا۔

سوم۔ مسلمانوں کی شریعت کے معنی کو خاص اپنی رائے سے تعبیر کرنے کا استحقاق رکھنا اور متقدمین و مجتہدین کے اقوال کو اور قرآن مجید کی اس تفسیر کو صحیح نہ سمجھنا جو متقدمین کی ہے۔

چہارم۔ جو زیادتی اس زمانہ کے مسلمانوں یا اوسط زمانہ کے مسلمانوں

Marfat.com

...سمجھے یا جس میں اپنی رائے کی ہے اس کو ناجائز سمجھنا۔
پنجم ہمیشہ امام مہدی کے ظہور کا منتظر رہنا جو کافروں پر سچے مسلمانوں کو فتحیاب کریں گے۔
ششم۔ اعتقاد اور عمل دونوں میں تمام کفار پر جہاد کرنے کے فرض کو تسلیم کرنا۔
ہفتم۔ مرشد کی کامل اطاعت کرنا۔

اوّل تو ان مسئلوں میں مطلقاً چند غلطیاں ہیں اور خصوصاً دوسرے مسئلہ کے اخیر جزو کی عبارت ایسی مشتبہ ہے کہ اس کے معنے صاف صاف نہیں معلوم ہوتے حالانکہ اس مسئلہ کی تعبیر اس طرح پر ہونی چاہئیے "اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز ایک خدا کے بھیجے ہوئے اور صاحب الوحی آدمی کے اور کچھ نہ سمجھا اور بارگاہ خداوندی کے رُوبرو ولیوں یا پیغمبروں بلکہ خاص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت شفاعت کا معتقد نہ ہونا۔" دو تیسرے مسئلہ کی عبارت بھی مشتبہ ہے اور میں اس میں یہ ترمیم کرتا ہوں "ہر ایک شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنی عقل کے موافق قرآن کے معنے کو بیان کرے اور جو تشریح کسی پہلے مجتہد نے کی ہے اُس پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنا اپنا فرض نہ سمجھے" پانچواں مسئلہ بالکل مشتبہ ہے اور اس کے اصلی معنے بہت کچھ

Marfat.com

بدل گئے ہیں مگر یہ مسئلہ مسلمانوں کا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں ہے یعنی یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے اور عیسائی دوسری بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کے معتقد ہیں اسی طرح پر مسلمان یقین کرتے ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ کے دوسری مرتبہ دنیا میں آنے سے پہلے ایک امام زمین پر سچے مسلمانوں پر فتحیاب کرنے کے واسطے پیدا ہوں گے۔ مگر بہت سے مسلمان اس پر یقین نہیں کرتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ قصہ یہودیوں کی ایجاد ہے جو مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہو گیا ہے پس گو اس کی اصل حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن بہر کیف یہ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اس کے اصلی مطلب کو بدل دیا ہے اور اس زمانہ کے وہابیوں کی نسبت یہ بیان کیا ہے کہ ان کو انگریزوں پر فتحیاب ہونے کے لئے اس زمانہ میں ایک امام کے پیدا ہونے کی توقع ہے۔ چھٹے مسئلہ میں بھی ڈاکٹر صاحب موصوف نے کچھ تصرف کیا ہے حالانکہ اگر وہ یہ الفاظ اور زیادہ کر دیتے کہ "بشرطیکہ جو مسلمان جہاد کرنا چاہیں وہ ان کافروں کی رعایا نہ ہوں جن پر جہاد کیا چاہتے ہوں اور امن و امان کے ساتھ رہتے ہوں اور ان کے حق میں تشدد نہ کیا جاتا ہو اور انہوں نے اپنا اسباب اور بال بچے ایسے کافروں کی حفاظت میں نہ چھوڑے ہوں اور ان کے اور ان کافروں

Marfat.com

کے درمیان کسی قسم کا عہد و پیمان نہ ہو اور مسلمانوں کو اپنی طاقت پر فتحیابی کا بھروسا ہو تو جو معنی انہوں نے اس مسئلہ کے بیان کئے ہیں وہ صحیح ہوتے لیکن چونکہ اُن کا دلی مقصد یہ ہے کہ وہ وہابیوں کے مسئلوں کو اس طرح پر بیان کریں جس سے نہایت سختی ظاہر ہو اس وجہ سے اُنہوں نے دانشمندی کے ساتھ ان سب باتوں کا بیان فروگزاشت کر دیا ہے مَیں نہیں سمجھتا کہ مرشد کے لفظ سے جو ساتویں مسئلہ میں بیان ہُوا ہے مصنف موصوف کی کیا مُراد ہے اگر اُس سے اُن کی مراد ایمان کے رہنما سے ہے تو یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ تیسرے مسئلہ کے بموجب اُن پر بلا سوچے سمجھے کسی مرشد کی اطاعت کرنا فرض نہیں ہے اور اگر اُن کی مراد اس سے بادشاہ مذہب اسلام سے ہے تو اُن کا بیان صحیح ہے مگر صاحب موصوف ایک بات کا بیان کرنا بھُول گئے ہیں وہ یہ ہے کہ جب تک کوئی کافر بادشاہ مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی نہ کرے اُس وقت تک اُن پر اس کافر کی بھی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اب مَیں اس مضمون کے پڑھنے والوں کی خدمت میں یہ درخواست کرتا ہُوں کہ جو مطلب مَیں نے ان مسائل کا بیان کیا ہے ذرا اس کو یاد رکھیں کیونکہ جو معنی ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے بیان کئے ہیں وہ مشتبہ ہیں اور ان سے دھوکا کا گمان ہے اب میں یہاں سے وہابیت کی اصلیت بیان کرتا ہُوں کہ سابق میں اس وہابیت کا کیا نام تھا اور یہ

نام اس کا کس وقت رکھا گیا ہے اور اس کی کیا وجہ تھی۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۵۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہابیت ایک ایسا طریقہ ہے جس کی رُو سے مذہب اسلام ایک خالص توحید کی صورت ہو جاتا ہے یہ بالکل صحیح ہے لیکن اس موقع پر میں یہ بات کہتا ہوں کہ قبل اس سے کہ حال کے زمانہ کی مسلمانوں نے مذہب اسلام میں نئی باتیں اور اختراعی رسمیں ایجاد کیں حضرت محمد رسول اللہؐ کے زمانہ میں بھی اسلام کی بعینہ یہی صورت تھی مذہب اسلام ابتدا میں بہت سے برسوں تک ایک ایسا مذہب رہا جس کا منشا صرف ذات باری کی پرستش تھی۔ مگر سنہ ہجری کی دوسری صدی میں جب کہ اس کے اصول کی نسبت علماء کے خیالات قلمبند ہوئے تو اس کے چار فرقے قائم کئے گئے یعنی حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی اور کچھ عرصہ تک مسلمانوں کو یہ اختیار حاصل رہا کہ ان فرقوں میں سے جس کسی کے مسئلہ کو چاہیں پسند کریں اور اس کی پیروی کریں لیکن جب بنی امیہ اور بنی عباس بادشاہ ہوئے تو انہوں نے ایک حکم تمام مسلمانوں کے نام اس مضمون کا جاری کیا کہ وہ ان چار فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ کے تمام مسئلوں کو قبول کر لیں۔ چنانچہ بعد اس حکم کے جو لوگ اس کے خلاف کرتے تھے اُن کو سزا دی جاتی تھی چنانچہ اسی جبری حکم کے باعث سے آزادانہ رائے کا اظہار مسدود ہو گیا اور مذہبی دست اندازی کا بڑا زور ہوا مگر اس

وقت میں بھی بہت سے آدمی ایسے تھے جو خفیہ اصلی مذہب کے پابند
تھے اور ظاہر اُن کی یہ جرأت نہ تھی کہ سوائے چند معتمد آدمیوں کے کسی سے
اپنی رائے کا اظہار کریں اور ایسے لوگ اس زمانہ میں اہل حدیث کہلاتے
تھے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے معتقد تھے اور مندرجہ
بالا چاروں فرقوں کے مسلکوں کے پابند نہ تھے پس رفتہ رفتہ حکم مذکور الصدر
اور زیادہ تشدد کے ساتھ جاری کیا گیا یہاں تک کہ آخرکار وہ بہت سے
مسلمانوں کے مذہب کا ایک بڑا اصول ہو گیا اور پھر اہل حدیث سے بھی
عوام الناس رفتہ رفتہ عداوت کرنے لگے اور اصول شرع میں سچے مسلمانوں
کے نزدیک وہ قابل ملامت قرار دیئے گئے۔ غرضیکہ سنہ ۱۷۰۰ء کے شروع
تک تمام مسلمانوں کی یہی حالت رہی اس کے بعد عرب میں ایک ملکی لڑائی
برپا ہوئی چنانچہ عبدالوہاب بادشاہ نجد کے بیٹے نے اپنے مخالفوں کو شکست
دی اور خاص اپنے پیدا کیے ہوئے تخت پر بیٹھا مگر اس کا عقیدہ وہی تھا
جو اہل حدیث کا تھا اور چونکہ وہ اپنے عہد میں سب سے زیادہ قوت رکھتا
تھا لہٰذا اس نے علانیہ اصلی مذہب کے عقاید کی ہدایت کی اور جہاں تک
ہو سکا ان کو جاری کیا اس کی وفات کے بعد اسی کے عقیدہ کا ایک اور
بادشاہ تخت نشین ہوا جس نے اپنے جلوس کے بعد بہت جلد مکہ معظمہ
کی زیارت کی تیاری کی لیکن جب وقت اُس نے مکہ معظمہ کے شریف سے

Marfat.com

اپنے عقیدہ کے بموجب زیارت کرنے کی اجازت چاہی تو اُس نے اس کی درخواست کو قبول نہ کیا اس وقت اس بادشاہ نے کہا کہ کسی شخص کو یہ استحقاق حاصل نہیں ہے کہ محمد کو مکہ میں جانے سے روکے چنانچہ وہ اندر گھس گیا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں کو فتح کر لیا بعد اس کے اس نے ان تمام دستوروں اور رسموں کو موقوف کیا جو خالص مذہب اسلام میں لوگوں کی طرف سے داخل ہو گئی تھیں اور جو چار نشان اُس درگاہ مقدس کے اندر گویا اُن چاروں فرقوں کے پیرؤوں کے واسطے بنائے گئے تھے اُن کو اور بعض اولیاء اللہ کی قبروں کو جن کو بہت لوگ بمنزلہ بت کے پوجتے تھے توڑ ڈالا۔ پھر چند روز بعد اُس بادشاہ کو محمد علی پاشا مصر نے شکست دی جس کے سبب سے وہ مجبور ہو کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے چلا گیا۔ پس جاہل مسلمانوں کو اُن زیادتیوں سے (جیسا کہ وہ اپنی رائے میں سمجھتے تھے) جو اہل حدیث نے کی تھیں نہایت رنج ہوا جس کے سبب سے جاہل قوم ترک اور عبدالوہاب کے معتقدوں کے درمیان ایک سخت عداوت پیدا ہو گئی پس اس زمانہ سے عبدالوہاب کے پیرو بجائے اہل حدیث کے وہابی کہلانے لگے۔

یہودیوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معتقدوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا جس کو وہ نصرانی کہتے تھے اور ہندوستان میں اہل

136/20

Marfat.com

اسلام کی حکومت میں قوم ترک اور وہ پٹھان بادشاہ جو حنفی فرقہ میں سے تھے اور مذہبی تحمل کے بالکل مخالف تھے اور قوم مغل کے بادشاہوں کے عہد میں بجز اکبر کے عہد کے پچھلے زمانہ کی یہی حالت رہی اس سبب سے اُس زمانہ میں اہل حدیث کے پیرو یعنی وہابی بغیر اندیشہ کے اپنے مسئلوں کی ہدایت نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ اب حکومت انگریزی کے قائم ہونے کے بعد انگریزوں کے اس اصول کے باعث ہے کہ وہ کسی کے مذہب میں مطلق دست اندازی نہیں کرتے ہیں اہل حدیث کے پیرو پھر خبردار ہوئے اور انہوں نے علانیہ اور بلا خوف وخطر وعظ کہنے شروع کیے پس ہندستان کے مسلمان بھی اُن سے ایسی ہی دلی عداوت رکھنے لگے جیسے کہ ترک عرب کے اہل حدیث سے عداوت رکھتے تھے اور وہ بھی اُن کو وہابی سمجھتے تھے وہابیت کی یہ تاریخ ہے جو صدر میں بیان کی گئی جس سے ڈاکٹر ہنٹر صاحب اس قدر خائف ہیں۔

صفحہ ۲۲ کے حاشیہ میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ وہابیت حال کے زمانہ کا ہے اور یہ فرقہ اول غازی یا جہادی کہلاتا تھا۔ حالانکہ صاحب موصوف کی یہ محض غلطی ہے۔ غازی یا جہادی وہ شخص ہوتے ہیں جو بلا تخصیص کسی قوم و فرقہ کے ایک مذہبی لڑائی میں شریک ہو جاتے ہیں پس سابق میں تمام فرقوں میں جہادی ہو چکے ہیں اور اب بھی موجود ہیں پس تمام

Marfat.com

وہابیوں کو علی العموم جہادی کہنا بالکل غلطی ہے جو مذہبی لڑائی یروشلم یعنی بیت المقدس میں ہوئی تھی اُس میں عیسائی بھی جہادی تھے اب میں اپنے اگلے مضمون میں سرحد کی اُن قوموں کا مذہب اور عقیدہ بیان کروں گا جن میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب باغیوں کا لشکر قائم کرتے ہیں۔

ہندوستان کے گوشہ شمال و مغرب کی سرحد پر جو پہاڑی قومیں رہتی ہیں وہ سُنی المذہب حنفی قومیں ہیں اور اور لوگ اُن کے ہم مذہب جس قدر ہندوستان میں رہتے ہیں اُن سب میں وہ قومیں اپنے مذہب کی زیادہ پابند ہیں اور جس طرح پر ان قوموں کو اپنے مخالف مذہب مسلمانوں کے تین فرقوں سے عداوت ہے اس قدر اور باقی ماندہ فرقوں کو اپنے مخالفوں سے عداوت نہیں ہے چنانچہ یہ قوم اپنے مذہب میں اس قدر سخت ہے کہ اگر کوئی اور شخص اُن کے ملک میں جا دے تو جب تک وہ اپنے مذہبی عقاید کو شل اُن کے نہ کر لے اُس وقت تک وہاں اُس کی جان [illegible] کی خیر نہیں ہوتی چند سال کا عرصہ ہوا کہ ایک میرے دوست حاجی [illegible] محمد مرحوم شافعی المذہب ساکن حجاز جیا اتفاق سے سرحد کی ان [illegible] قوموں میں گئے تھے مجھ سے کہتے تھے کہ مجھ کو شافعی ہونے کے سبب سے اُس قوم میں طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھانی پڑیں اور کوہیں [illegible] عصبات بلکہ خاص مساجد میں اس [illegible] کرتا تھا لیکن مجھ کو [illegible] مسجد [illegible]

بھی اسی معلوم ہوتا تھا کہ یہ پہاڑی قومیں حنفی لوگوں کی فروعات کو بجائے
اصول کے سمجھتی ہیں چنانچہ انہی فروعات حنفیہ میں سے ایک کتاب درمختار
ہے جو سنہ ۱۰۷۱ ہجری یا سنہ ۱۶۶۱ء میں لکھی گئی تھی اور فروعات حنفیہ میں
سے یہ کتاب نہایت معتبر اور معتمد علیہ ہے اس کتاب میں چند اشعار عربیہ
اس مضمون کے درج ہیں جن میں فروعات حنفیہ کو اور ائمہ کی فروعات پر ترجیح
دی ہے اور اوروں کو برا لکھا ہے۔ انہیں شعروں میں سے ایک شعر کا
ترجمہ یہ ہے: "خدا کی لعنت اور قہر بے شمار اس شخص پر جو امام ابوحنیفہؒ کا
پیرو نہیں ہے"۔ یہ پہاڑی قومیں اولیاء کرام کے مقابر اور مزاروں کو
خصوصاً پیر بابا کے مقبرہ کو جو بونیر میں ہے اور کاکا صاحب کے مزار کو
جو کوئٹہ میں ہے نہایت خلوص عقیدت سے پوجتے ہیں اور مجھ کو صدہا پہاڑی
لوگوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا لیکن میری نظر سے آج تک کوئی پہاڑی پٹھان
ایسا نہیں گذرا جو سوائے حنفی مذہب کے اور کسی مذہب کا پیرو ہو یا وہابیت
کی جانب ذرا بھی میلان خاطر رکھتا ہو۔ البتہ حیات افغانی میں جس کو گورنمنٹ
کے ایک خیر خواہ اور ملازم مسلمان نے اردو زبان میں تصنیف کیا
(جو سنہ ۱۸۶۷ء عیسوی میں لاہور میں چھپی ہے) یہ فقرہ لکھا دیکھا
کہ عرصہ سے ملا سید میر کوئٹہ کے پیرو وہابی سمجھے جاتے
ہیں مگر سوات کے پکے پیرو جو حنفی المذہب ہیں ملا سید میر کے

Marfat.com

معتقدوں کو گمراہ سمجھتے ہیں اور اکثر عثمان زئی اور ناصر اللہ کی اولاد وغیرہ جو گڑھی اسماعیل کا باشندہ تھا مُلا سید میر کے طرفدار اور باقی پہاڑی قومیں اخوند سوات کی پیرو ہیں"۔ پس اس فقرہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سرحد کی قوموں کے عقیدہ میں وہابیت کا نام کو بھی اثر نہیں ہے بایں لحاظ اس بات کا ہرگز گمان نہیں ہو سکتا کہ سرحد کے پٹھانوں اور وہابیوں میں کسی طرح سازش ہو سکتی ہے چنانچہ ۱۸۲۴ء میں وہابیوں نے پہاڑوں میں جا کر قیام کیا اور انہوں نے اس بات کا قصد کیا کہ سکھوں پر ہم لوگ جہاد کریں اور شہید ہوں لیکن چونکہ پہاڑی قومیں ان کے عقاید کے مخالف تھیں اس لئے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ اُن کے مسائل کو بھی اچھا سمجھنے مگر البتہ چونکہ وہ سکھوں کے جور و ستم سے نہایت تنگ تھے اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبہ میں وہ بھی شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جاوے اور آخر کار وہابیوں اور پہاڑیوں نے متفق ہو کر سکھوں پر حملہ بھی کیا لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کیا پس ان باتوں کو ذرا اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے۔ کیونکہ

Marfat.com

ان سے وہابیوں کی وہ تاریخ بخوبی معلوم ہوتی ہے جس کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب پہاڑی قوموں کے ساتھ وہابیوں کی سازش خیال کیا ہے ۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں وہابیوں کے باغی لشکر قائم ہونے کی ایک کیفیت بیان کی ہے مگر چونکہ مجھ کو اس تحریر میں چند در چند شبہات ہیں اس لئے میں بھی ہندوستان کے وہابیوں کی ایک مختصر کیفیت لکھتا ہوں اور جب تک میں ایک مختصر کیفیت وہابیوں کی نہ بیان کر دوں گا اس وقت تک یہ بات اچھی طرح نہیں کھلے گی کہ ڈاکٹر صاحب کو کن امور میں دھوکہ ہوا ہے اور اس معاملہ میں اصلی کیفیت کو ڈاکٹر صاحب نے کس مبالغہ اور زیادتی کے ساتھ بیان کیا ہے ۔

ہندوستان کے وہابیوں کی تاریخی کیفیت پانچ زمانوں سے متعلق ہے ——— پہلا زمانہ ۱۸۲۳ء سے شروع ہوتا ہے اور ۱۸۳۱ء تک پورا ہوتا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جس میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب نے اُن سکھوں پر جہاد کیا تھا جو اپنی مسلمان رعایا کو تکلیف پہنچاتے تھے اور انتہا اس زمانہ کی اس وقت تک ہوئی جب کہ پشاور دوبارہ اُن کے پیروں کے ہاتھ سے نکل گیا ——— دوسرا زمانہ ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۱ء تک یعنی پشاور کی فتح ثانی سے لے کر مولوی

محمد اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب کی وفات تک ہے

تیسرا زمانہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب کہ یہ دونوں بزرگ شہید ہوئے اور انتہا اُس زمانہ کی اُس وقت تک ہے جب کہ گورنمنٹ انگریزی پنجاب پر قابض ہوئی اور وہابی لوگ معہ عنایت علی اور ولایت علی کے سرحد سے اپنے گھروں کو بھیجے گئے یعنی ۱۸۳۱ء سے لے کر ۱۸۴۷ء تک ہے

چوتھا زمانہ اُس وقت سے مراد ہے جب کہ ولایت علی اور عنایت علی نے دوبارہ سرحد پر حملہ کیا اور انتہا اس زمانہ کی ان دونوں کے مارے جانے تک ہوئی —— پانچواں زمانہ حال کا زمانہ ہے جس کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے صریح غلطی سے وہابیوں کی بغاوت کا زمانہ بیان کیا ہے پس ان پانچوں زمانوں میں وہابیت کا پہلا زمانہ نہایت عمدہ تھا اور جو کام اُس زمانہ کے وہابی کرتے تھے ان سے گورنمنٹ انگریزی واقف تھی اور کسی طرح ان لوگوں کی طرف گورنمنٹ کی بدخواہی کا گمان نہیں ہوتا تھا چنانچہ اُس زمانہ میں علی العموم مسلمان لوگ عوام کو سکھوں پر جہاد کرنے کی ہدایت کرتے تھے تاکہ وہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کو اُس قوم کے ظلم و تعدی سے نجات دیں۔ اُس زمانہ میں مجاہدین کے پیشوا سید احمد صاحب تھے مگر وہ واعظ نہ تھے۔ واعظ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب تھے جن کی نصیحتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا دلیرانہ

اثر خیز پیدا ہوتا تھا جیسا کہ کسی بزرگ کی کرامت کا اثر ہوتا ہے مگر اس واعظ نے اپنے زمانہ میں کبھی کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالا جس سے اُن کے ہم مشربوں کی طبیعت ذرا بھی گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے منحرف ہو کر برافروختہ ہو بلکہ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ فرما رہے تھے اثنائے وعظ میں کسی شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے وہ بھی تو کافر ہیں اس کے جواب میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں پس اس زمانہ میں ہزاروں مسلح مسلمان اور ہتھیار سامان جنگ کا ذخیرہ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے ہندوستان میں جمع ہو گیا مگر جب صاحب کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اُن کا ارادہ کچھ گورنمنٹ انگریزی کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے۔ غرضیکہ [illegible] میں یہ لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے سرحد پر پہنچے اور اس کے بعد ہندوستان سے برابر اُن کے پاس مدد پہنچتی رہی اور گورنمنٹ بھی

Marfat.com

اس امر سے بخوبی واقف تھی جس کے ثبوت میں ایک مقدمہ کی کیفیت نظیراً یہیں درج ذیل کرتا ہوں ۔

" دہلی کے ایک ہندو مہاجن نے جس کے پاس جہادی لوگوں کی امداد کے واسطے روپیہ جمع کیا گیا تھا۔ امداد کے روپیہ میں کچھ تغلب کیا اور مسٹر ولیم فریزر صاحب بہادر متوفی کمشنر دہلی کے روبرو اس پہ نالش ہوئی اور انجام کار مولوی محمد اسحاق صاحب مدعی کے حق میں اس دعوے کی ڈگری ہوئی اور جو روپیہ مدعا علیہ سے ڈگری کا وصول ہوا وہ اور ذریعہ سے سرحد کو بھیجا گیا۔ بعد اس کے اس مقدمہ کی اپیل صدر کورٹ الہ آباد میں ہوئی۔ وہاں بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا " اس زمانہ میں وہابیوں نے سرحد کی قوموں کی مدد سے پشاور کو فتح کیا اور بعد فتح کے دوست محمد خان والئے کابل کے بھائی سلطان محمد خان کے حوالہ کر دیا۔ مگر سلطان محمد خان نے فریب سے تھوڑے عرصہ کے بعد پشاور کو رنجیت سنگھ کے ہاتھ فروخت کر ڈالا ۔

مگر دوسرے زمانہ میں گویا وہابیت کا زوال شروع ہو گیا تھا چنانچہ جب پھر سکھوں کا پشاور پہ قبضہ ہو گیا تو سید احمد صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے پیروؤں کا بالکل جی ٹوٹ گیا کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ سرحد کے پٹھان ہمارے مذہب کے باعث سے ہم سے دلی

عداوت رکھتے ہیں اب ہم کو اُن سے کسی قسم کی امداد کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے اور ہماری یہ قلیل جماعت کسی طرح کامیابی کے ساتھ سکھوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اسی وجہ سے انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اب ہم کو اپنے مذہب کی رو سے یہ جہاد جائز نہیں رہا علاوہ اس کے لوگوں کے باہم بھی اس امر میں اختلاف ہو گیا کہ آیا سید احمد صاحب اُن کے پیشوا ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں یا نہیں چنانچہ ان میں سے تو اکثر کی یہ رائے تھی کہ وہ اس کام کے لائق نہیں ہیں اور بعض نے اس کے خلاف بیان کیا مگر مولوی اسمٰعیل صاحب نے اس حالت میں بھی ان جھگڑوں کے دفعیہ کی حتی الامکان کوشش کی اور ایک کتاب موسوم بہ منصب امامت لکھی (جو ۱۲۶۵ہجری مطابق ۱۸۴۹ عیسوی کلکتہ میں طبع ہوئی تھی) لیکن اُن کی یہ تمام کوششیں بے فائدہ ہوئیں اور انجام کار وہ جماعت بالکل ٹوٹ گئی جس میں کے ہزاروں آدمی ہندوستان میں اپنے گھروں کو واپس چلے گئے چنانچہ من جملہ اُن کے ایک نہایت مشہور و معروف مولوی محبوب علی تھے (جن کا انتقال ۱۸۶۴ء میں ہوا) اور دوسرے مولوی حاجی محمد بنگالہ کے رہنے والے تھے مگر چونکہ اُن کا نکاح دہلی میں ہوا تھا اس سبب سے وہ کئی برس تک دہلی میں رہے اور ۱۸۷۰ء کو مقام الور میں انھوں نے وفات پائی۔ شاید اس مضمون کے پڑھنے

Marfat.com

والے اس عجیب بات کے سُننے سے بھی خوش ہوں کہ مولوی محبوب علی صاحب وہی شخص تھے جن کو ۱۸۵۷ء میں باغیوں کے سرغنہ بخت خان نے عین ہنگامہ غدر میں طلب کیا اور اُن سے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمانہ میں انگریزوں پہ جہاد کرنے کی نسبت ایک فتویٰ پر اپنے دستخط کریں مگر مولوی محبوب علی صاحب نے صاف انکار کیا اور بخت خاں سے کہا کہ ہم مسلمان گورنمنٹ انگریزی کی رعایا ہیں۔ ہم اپنے مذہب کی رو سے اپنے حاکموں سے مقابلہ نہیں کر سکتے اور طرہ یہ ہوا کہ جو ایذا بخت خاں اور اُس کے رفیقوں نے انگریزوں کی میموں اور بچوں کو دی تھی اُس کی بابت بخت خان کو سخت لعنت ملامت کی۔

اس زمانہ کے بعد سید احمد صاحب کے پیر (؟) بہت ہی کم ہوگئے اور آخر کار وہ ۱۸۳۱ء میں معہ اپنے اکثر رفیقوں کے خادی خان کی دغابازی سے شیر سنگھ کے مقابلہ میں شہید ہوگئے اور اُن کے شہید ہوتے ہی جو لوگ جہادیوں کے ہمراہ تھے اُن میں سے بہت سے لوگوں نے جہادیوں کا ساتھ چھوڑ دیا مگر اور لوگوں نے اُن کا دل تھامنے کے لئے مصلحتاً یہ خبر مشہور کر دی کہ سید احمد صاحب اب تک زندہ ہیں صرف بطور کرامات غائب ہو کر کسی پہاڑ کے کھوہ میں پوشیدہ ہوگئے ہیں مگر آخر کار اس دھوکہ کا حال کھل گیا تو سید احمد صاحب کے پروانے گھر کو لوٹے

آئے اور اس زمانہ کے بعد جہاد کی امداد کے واسطے ممالک مغربی و شمالی سے آدمی اور روپیہ وغیرہ کا پہنچنا بالکل بند ہو گیا اور جو کچھ واقعات اس زمانہ کے بعد ہوئے وہ چنداں دلچسپ نہیں ہیں اس مقام پر میں یہ بات بیان کرتا ہوں کہ سید احمد صاحب نے پشاور پر سکھوں کا کچھ قبضہ ہونے کے بعد اپنے اُن رفیقوں سے جو جہاد میں جان دینے پر آمادہ تھے یہ کہا کہ تم جہاد کے لئے مجھ سے بیعت شرعی کرو چنانچہ کئی سو آدمیوں نے اُسی وقت بیعت کی اور یہ بات تحقیق ہے کہ جو شخص شیر سنگھ کے مقابلہ میں لڑائی میں بچ رہے تھے اُن میں صرف آدمی تو اپنے پیشوا سید احمد صاحب کی شہادت کے بعد پہاڑیوں میں باقی رہ گئے جن میں سے اکثر لوگ پٹنہ اور دیگر اضلاع بنگالہ کے رہنے والے تھے۔ اس کے بعد مولوی عنایت علی اور ولایت علی ساکن پٹنہ اُن کے سردار ہوئے لیکن اُنھوں نے جہاد کے سرانجام میں کچھ کوشش نہیں کی اور جب پنجاب پر گورنمنٹ انگریزی کا تسلط ہُوا تو مولوی عنایت علی اور ولایت علی معہ اپنے اکثر رفیقوں کے ۱۸۴۷ء میں اپنے گھروں کو واپس بھیج دیئے گئے پس اس سے ہم کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ خاص پٹنہ یا بنگالہ کے اور ضلعوں سے بلکہ عموماً ہندوستان سے روپیہ اور آدمی اس وہابیت کے پہلے تین زمانوں میں ضرور سرحد کو بھیجے گئے تھے لیکن میری رائے میں یہ بات بہت کھلی ہوئی ہے کہ ان میں سے کوئی

آدمی انگریزی گورنمنٹ پر حملہ کرنے کے واسطے ہرگز نہیں گیا تھا اور
نہ اُن سے یہ کام لیا گیا اور نہ اُن تین زمانوں میں کسی کو اس بات کا کچھ
خیال ہوا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی نیت بغاوت کی جانب
مائل ہے مگر بایں ہمہ ہمارے ڈاکٹر ہنٹر صاحب اپنی کتاب کے
صفحہ ۲۹ میں یہ بیان کرتے ہیں کہ "تیس برس کا عرصہ ہوا ہوگا جب ایک
خلیفہ بطریق رسالت بنگالہ کو آیا اور وہاں اُس نے قیام کیا اور قرب و
جوار کے تمام زمیندار اُس کا اعتبار کرنے لگے اور اُس نے بڑی مضبوطی
اور موثر بیان کے ساتھ جہاد کا وعظ کیا اور جو لشکر سرحد پر تھا اُس کے
پاس بھیجنے کے واسطے اُس نے پٹنہ کو آدمی اور روپیہ بھیجا"۔

یہ سب ۱۸۴۱ء یا اس کے قریب کا ذکر ہے جس سے کئی برس بعد
سرکار انگریزی کا تسلط ہوا تھا پس کیا ڈاکٹر ہنٹر صاحب کو فی الواقع
یقین ہے کہ اُس زمانہ میں روپیہ اور آدمی اس غرض سے بھیجے گئے
تھے کہ سرحدی قوموں کو انگریزوں پر حملہ کرنے میں مدد پہنچے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ شاید ڈاکٹر صاحب اس [illegible] تو تسلیم
کریں گے کہ ۱۸۴۱ء سے کئی برس پہلے بھی سکھوں [illegible] مسلمانوں کا
جہاد ہو رہا تھا اور غالب [illegible] اصول اور [illegible] ڈاکٹر
صاحب نے ذکر کیا [illegible] سب [illegible] رعایا کو

Marfat.com

شکست دینے کے واسطے بھیجے گئے ہوں گے اب یہاں سے میں یہ
بات ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ چو تھے زمانہ (یعنی زمانہ حال) میں بھی
میری ان ہم مذہبوں کی نسبت جو اب ہندوستان میں رہتے ہیں کسی
قسم کی بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں ہے مگر چونکہ انگریز لوگ مسلمانوں
کی عام رائے اور خیالات سے ناواقف ہیں اس لئے وہ ضرور مجھ
کو مسلمانوں کا طرفدار سمجھیں گے اور اس سبب سے شاید میرے
خیالات یا تحریر پر وہ بہت کم التفات اور اعتماد کریں گے لیکن اس
امر کے سبب سے مجھ کو ایک ایسے معاملہ کے اظہار میں ڈرنا نہ چاہئے
جس کو میں اپنے ذہن میں بالکل سچ سمجھتا ہوں جب مولوی عنایت علی
اور ولایت علی ۱۸۴۷ء میں ہندوستان کو لوٹ آئے تو اُس وقت سید احمد
صاحب کے چند پیرو سرحد پر باقی رہ گئے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ ان دو
شخصوں نے پٹنہ اور اس کے قرب و جوار کے آدمیوں کو اس بات کی
ترغیب دینے میں ہرگز کوتاہی نہیں کی کہ وہ جہاد میں شریک ہوں اور
اس کام کے واسطے روپیہ جمع کریں۔ چنانچہ وہ برابر بڑی سرگرمی سے
کوشش کرتے رہے اور جس بات کا اب تک اُن کو دل سے خیال تھا
اظہار انہوں نے ۱۸۵۱ء میں اس طرح پر کیا کہ وہ پھر ہندوستان
کی جانب چلے گئے مگر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے یہ خیال کیا

Marfat.com

ہے کہ یہ لوگ دوبارہ سرحد کو انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے گئے تھے اور اُنھوں نے بجائے سکھوں کے انگریزوں پر جہاد کیا تھا حالانکہ جب اِن لوگوں کو انگریزوں سے کسی طرح کی کوئی شکایت نہ تھی تو پھر اُن کا یہ ارادہ کرنا کسی طرح پر صحیح نہیں ہوسکتا۔ البتہ جو ظلم و تعدی سکھ لوگ مسلمانوں پر کرتے تھے اُس سے ہم کو یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ مسلمان سکھوں پر کس وجہ سے حملہ کرنا چاہتے تھے ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے یا کسی اور شخص نے اس بات کی کوئی وجہ نہیں بیان کی کہ مسلمانوں کے دل میں انگریزوں سے یہ عداوت دفعتاً کیونکر پیدا ہوگئی۔ کیونکہ مسلمانوں کو انگریزوں سے کچھ عداوت نہ تھی بلکہ جو سکھ جموں میں رہتے تھے اُن پر وہ حملہ کرنا چاہتے تھے۔

مجھ کو یہ سب حال اُس شخص کی زبانی معلوم ہوا ہے جس کی ملاقات خاص مولوی عنایت علی اور ولایت علی سے اُس وقت میں ہوئی تھی جب وہ سرحد کو جاتے تھے اس وجہ سے مجھ کو اُس کی صداقت میں کسی طرح کا کلام نہیں ہے اور یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہیے کہ وہابی اپنے مذہب میں بڑے پکے اور نہایت سچے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اصول سے کسی حال میں منحرف نہیں ہوتے اور جن شخصوں کی نسبت میں یہ لکھ رہا ہوں وہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو

Marfat.com

گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت میں چھوڑ گئے تھے۔ اور اُن کے مذہب
میں اپنے بال بچوں کے محافظوں پر حملہ کرنا نہایت ممنوع ہے۔ اس لحاظ
سے اگر وہ انگریزوں سے لڑتے اور لڑائی میں مارے جاتے تو وہ بہشت
کی خوشبوؤں اور شہادت کے درجہ سے محروم ہو جاتے بلکہ اپنے مذہب
میں گنہگار خیال کئے جاتے۔ ہم کو یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے۔ کہ
وہابیوں کی باقی ماندہ جماعت سرحد پر نہایت قلیل رہ گئی تھی اور پہاڑی
قومیں اُن کے مذہب کے باعث سے اُن سے سخت عداوت رکھتی تھیں
پس جب ہم ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب میں اس قسم کے فقرے
پڑھتے ہیں کہ" لارڈ ڈلہوزی صاحب نے اپنے دوسرے مراسلہ میں
سرحد کی اُن قوموں پر حملہ کرنے کی تجویز کی نسبت کچھ بحث کی تھی جن
کی بے ہودہ عداوت کو جو اُن کو کفار کے ساتھ تھی۔ ہندوستان کے
متعصب معتقد وہابیوں نے غایت درجہ تک بھڑکا دیا تھا (صفحہ ۲۴)
تو ہم کو بلکہ ہر ایک شخص کو ہنسی آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب شاید اس
نہایت ضروری امر کو بھول گئے ہیں کہ یہ پہاڑی قومیں قدیم زمانہ
سے سرکش اور مفسد ہیں اور جو قومیں اُن کی سرحد پر رہتی ہیں خواہ
وہ کافر ہوں یا مسلمان اُن کو انہوں نے کبھی چین نہیں لینے دیا اور
بلا امتیاز کسی کے خود دہلی کے مسلمان بادشاہوں اور سکھوں کے ساتھ

Marfat.com

لڑتے رہے ہیں اور مثل اس آئرلینڈ کے باشندے کے جو میلہ میں تماشائیوں سے خواہ مخواہ جنگ وجدال کا خواہاں ہوتا تھا۔ جب تک اس قوم سے کوئی شخص لڑنے کے لئے موجود ہوتا تھا اُس وقت تک اُس کو اس بات کی کچھ پرواہ نہ ہوتی تھی کہ وہ شخص کون ہے۔ یہاں تک کہ نادرشاہ سا شخص بھی جو بڑا ظالم تھا اور جس کے نام سے تمام ملک ہندوستان لرزتا تھا اُن کو ہرگز اپنا مطیع نہ کر سکا۔ اور ولایت علی اور عنایت علی اور اُن کے قلیل ہمراہیوں کی نسبت اب تک کوئی بات ایسی نہیں معلوم ہوئی ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنے کا منصوبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۵۱ء سے چند برس بعد اُن کا انتقال ہوا اور اُس کے بعد اُن کے تمام ہمراہی ادھر اُدھر چلے گئے۔

البتہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ جب تک یہ مولوی سرحد پر مقیم رہے اُس وقت تک آدمی اور روپیہ پٹنہ اور بنگالہ کے دیگر اضلاع سے سرحد پر پہنچتا رہا لیکن کسی شخص کو یہ یقین نہ تھا کہ وہ انگریزوں پر حملہ کرنے میں کام آویں گے اور نہ یہ امر کچھ قرین قیاس ہے کہ ایسی کمزور فوج ایسی زبردست انگریزی سلطنت کے تباہ کرنے کا ارادہ کرے

بس میرے علم و یقین کے موافق وہابیت کے پانچویں زمانہ کو بھی جہاد سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ

Marfat.com

مولوی ولایت علی اور عنایت علی کے انتقال کے بعد جہاد کے سرانجام کے واسطے بنگالہ سے نہ تو روپیہ بھیجا گیا اور نہ آدمی گئے۔ البتہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد ہندوستان کے بعض سرکش آدمی جن کے ساتھ کچھ باغی بھی تھے ملکا اور ستانا واقعہ ترائی نیپال اللہ بیکانیر اور راجپوتانہ کے بیابانوں میں جا رہے تھے اور وہاں اُن کے جا رہنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اُن مقامات کو اس سنگین سزا سے بچنے کے لئے امن کا مقام خیال کیا تھا جو غدر کے سبب سے اُن ایام میں لوگوں کو سرکار کی طرف سے ہوئی تھی اور جو لوگ گوشہ شمال و مغرب کی سرحد کو بھاگ گئے تھے اُن کا ایک عام خوف سے ایک موقع پر جمع ہو جانا ایک عقلمندی کی بات تھی حالانکہ اس مجمع میں خاص مسلمان ہی نہ تھے بلکہ ہر قوم کے ہندو اور مسلمان سب تھے۔ پس ان لوگوں کی نسبت یہ خیال کرنا (جیسا کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے بیان کیا ہے) کہ وہ گورنمنٹ پر حملہ کرنے کی نیت سے جمع ہوئے تھے میرے نزدیک ایک ایسی بے ہودہ بات ہے کہ اس کی جانب کوئی دانشمند التفات نہ کرے گا البتہ یہ بات ممکن ہے کہ اُن مفروروں کی جماعت میں سے بعض شخص ایسے بھی ہوں جو اپنے گھر والوں سے ہندوستان میں خط و کتابت رکھتے ہوں اور اس بات کا بھی کچھ تعجب نہیں ہے کہ اُن کے عزیز و اقارب اُن کو روپیہ پیسہ بھیجتے ہوں اس لئے کہ اُن

کی بغاوت کے سبب سے اُن کے قرابتی لوگوں پر یہ بات لازم نہ تھی کہ وہ
اُن سے خط و کتابت نہ کرتے بلکہ ایسی ہی حالت میں اپنے یگانہ پنے کا زیادہ
خیال کیا کرتے ہیں اور پاس محبت سے ایسے شخص کی مدد کرنا گویا اپنے ذمہ
فرض سمجھتے ہیں پس ظن غالب یہ ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی اس خیال
بندی کے واسطے کہ "گورنمنٹ انگریزی پر جہاد کرنے کے واسطے برابر
انتظام کے ساتھ روپیہ اور آدمی یہاں سے پہنچتے تھے" بلاشبہ یہی
معاملہ ایک بڑی پکی بنیاد ہوئی ہوگی۔ اور دوسری وجہ اس خیال کی شاید
یہ ہوئی ہو کہ ہندوستان سے اخوند سوات کے پاس روپیہ جاتا تھا مگر جو
لوگ یہ اس مضمون کو پڑھیں گے وہ غالباً اس بات سے واقف ہوں
گے کہ مسلمانوں کی شریعت میں ہر مالدار مسلمان پر سال کے اخیر میں وہ
اپنی مالیت کا چالیسواں حصہ خدا کے واسطے نکالنا فرض ہے اور اس
چالیسویں حصہ کو اُن کی شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں پس گو بہت سے
مسلمان اپنی شریعت کے اس فرض کو ادا نہیں کرتے اور اس صورت
سے اپنے ہم جنسوں کا فائدہ نہیں چاہتے لیکن جو پکے مسلمان وہابی کہلاتے
ہیں یا جن کی طبیعت کا میلان اس سچے عقیدہ وہابیت کی طرف ہے
وہ اس فرض کو بھی شل اور فرضوں کے نہایت مضبوطی اور احتیاط
کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور جو روپیہ وہ اپنے خزانہ میں سے زکوٰۃ کے طور

پھر نکالتے ہیں اس کو حتی الامکان اپنے قرب وجوار کے مساکین اور
ان مسافروں میں تقسیم کر دیتے ہیں جن کا گذر اُن قصبوں اور دیہات میں
ہو۔ اور مسافر و مساکین کے علاوہ ان نامی گرامی متوکل عالموں اور
عابدوں کو دے دیتے ہیں جو ترک تعلق کر کے گوشہ عزلت میں بیٹھے
ہوں اور ان کے سوائے جو طلباء مسجدوں وغیرہ میں رہتے ہیں اُن کی
تعلیم کے واسطے بھی دے دیتے ہیں اور اس رفاہ کے کام اور نیک فعل
میں اُن پر مذہب کی رو سے کچھ یہ بات فرض نہیں ہے کہ جس شخص
کو وہ زکوٰۃ کا روپیہ دیں اُس کے حالات کی تحقیق بھی کر لیا کریں مگر
ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کو بغاوت میں مدد دینے کے
الزام سے محفوظ رہنے کا اس قدر اندیشہ ہو گیا ہے کہ اب وہ مسافروں
وغیرہ کو اس قسم کا روپیہ نہیں دیتے اور اکثر اوقات اس باب میں احتیاط
کرتے ہیں اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے کہ جو مسلمان زکوٰۃ دینے
والے ہیں وہ ضرور اس الزام میں مشتبہ ہیں۔ اخوند سوات کی نسبت
مجھ کو بھی گمان ہے کہ بلاشبہ اس کے پاس بہت سے دولت مند
مسلمان زکوٰۃ بھیجتے ہوں گے لیکن جیسے اس بات کا گمان ہے
اسی طرح یہ اس بات کا یقین ہے کہ اخوند سوات وہابی نہیں
ہے اور جو روپیہ اُس کے پاس پہنچتا ہو گا اس کو گورنمنٹ پر جہاد

Marfat.com

کرنے سے کچھ سروکار نہ ہوگا۔ دہلی میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کا مدرسہ اور شاہ غلام علی صاحب کا خانقاہ دونوں ایسے مقام تھے کہ وہاں علاوہ ہندوستان کے تمام دُنیا میں سے روپیہ پیسہ آتا تھا۔ پس اگر کوئی شخص یہ بات کہہ دے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے مدرسہ اور خانقاہ میں جہاد کے واسطے روپیہ آتا تھا تو اس وقت یہ بات بھی تسلیم کی جاوے گی کہ اخوند سوات کے پاس جہاد کے واسطے روپیہ جاتا تھا۔

یہ ہم نے ہندوستانی وہابیوں کی گویا مختصر تاریخ بیان کی ہے اور میں درخواست کرتا ہوں کہ جب وہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کی نسبت میری رائے کو پڑھیں تو وہ اس مختصر تاریخ کا ضرور خیال رکھیں میں یقین کرتا ہوں کہ میرے اس مضمون سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ ہندوستان کے وہابیوں کا وہ جہاد جس کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے گورنمنٹ انگریزی کے متعلق بیان کیا ہے۔ صرف سکھوں کے مغلوب کرنے کے واسطے ہوا تھا اور گو باغیوں کی اُس جماعت نے جو مقام ملکا اور ستانا میں رہتے تھے ۱۸۵۷ء کے بعد ہماری گورنمنٹ کو کسی قسم کی تکلیف دی ہو لیکن سرحد کی جماعت کو جس میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک ہوں ہرگز جہادی جماعت

Marfat.com

نہیں کہہ سکتے جب ہم ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کھولتے ہیں۔ تو ہم اُس کے اول ہی صفحہ میں یہ فقرہ درج پاتے ہیں "کئی سال سے ہماری سرحد پہ باغیوں کی ایک جماعت نے شورش مچا رکھی ہے اور اکثر اوقات وہاں کے متعصب گروہوں نے ہمارے لشکر پر آ کر حملہ کیا ہے اور دیہات میں آگ لگا دی اور ہماری رعایا کو قتل کیا چنانچہ ہماری فوج کو اُن کی یورش کی وجہ تین مرتبہ سرحد پہ بڑی بڑی لڑائیوں میں جانا پڑا"۔ بس ڈاکٹر صاحب کی یہ تحریر بہ نہایت لطف کی ہے کیونکہ اس کے مطالب کو ان الفاظ سے مزین اور مستحکم کیا ہے"۔ "باغیوں کی جماعت" "متعصب گروہوں" لیکن ہمارے مضمون کے ایسے پڑھنے والے جو تعصبات سے بری ہیں فوراً ڈاکٹر صاحب سے یہ بات دریافت کریں گے کہ اس جماعت سے صاحب موصوف کن لوگوں کو مراد لیتے ہیں اگر صاحب موصوف اس جماعت سے اُن وہابیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو سکھوں پہ جہاد کرنے کے واسطے سرحد پہ سکونت پذیر ہوئے تھے تو میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ یہ بیان محض بے اصل ہے اور اگر اُن کی مراد اس جماعت سے وہ لوگ ہیں جو ۱۸۵۷ء کے بعد ملکا اور ستانا میں جا رہے تھے جس میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ تو اس صورت میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اس سوال کا کیا مطلب ہوگا کہ

"کیا ہندوستان کے مسلمانوں پر اپنے مذہب کی رُو سے ملکۂ معظمہ پر جہاد کرنا فرض ہے" کیونکہ ان لوگوں کے فتنہ و فساد کو اس سے کیا تعلق ہوگا۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب اپنی کتاب کے اول صفحہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

" بارہا سرکاری تحقیقاتوں سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ہندوستان کے تمام اضلاع میں سازش و فساد کا گویا جال پھیل رہا ہے اور پنجاب سے آگے جو پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ وہاں سے لے کر اُن گرم میدانوں تک جن میں سے گزر کر دریائے گنگ سمندر میں گرتا ہے برابر باغی لوگ بستے ہیں اور سرکاری راستوں سے برابر دو ہزار میل تک یہ لوگ روپیہ اور آدمی منزل بمنزل باغیوں کے لشکر میں بھیجتے ہیں اور اس سازش میں اکثر دولت مند اور تیز فہم لوگ بھی شریک ہیں مگر وہ اپنے روپیہ کو بڑے انتظام اور ہوشیاری سے روانہ کرتے ہیں۔ پس ایسے اُمور کے لحاظ سے گویا اب بغاوت کا نہایت خوفناک کام بمنزلہ ایک ساہوکاری کے ہوگیا ہے"۔

پس اس فقرہ کے دیکھنے سے اور جو فقرہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کے آغاز میں لکھا ہے اُس کے دیکھنے سے اس بات کا یقین ہوتا ہے

کہ یہ سازش بنگالہ کے مسلمانوں نے انگریزی حکومت کے تہ و بالا کرنے کے واسطے علانیہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ کی ہوگی۔ حالانکہ میری دانست میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب بھی اس بات کو تسلیم کریں گے کہ یہ سازش بغاوت کے علاوہ اور امور میں بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ میری اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی دونوں کی رائے میں اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ہندوستان میں بھی سکھوں پر حملہ کرنے کے واسطے بھی یہ سازش ہوئی تھی۔ پس اس سازش کو گورنمنٹ ہند کے مطالب کے خلاف بیان کرنا اور اس کے سبب سے تمام فرقہ اہل اسلام کی جانب سے عام لوگوں کو بدظن کرنا ہرگز بجا نہیں معلوم ہوتا بعد اس کے صفحہ ۱۰ میں ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"جو لوگ متمول ہیں وہ تو اس طرح پہ سازش میں شریک ہیں باقی اور جو مسلمان ہیں وہ علی العموم اس فکر میں ہیں کہ آیا ہم پر جہاد کرنا فرض ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ سے ہندوستان کے انگریزی اخبار نویس اس بات پر ہنسی اڑا رہے ہیں کہ جو مسلمان سرکار کے بڑے خیر خواہ ہیں وہ اس امر کی تحقیق میں نہایت سرگرم ہیں کہ آیا ہم بغیر کسی طرح کی اخروی خرابی کے جہاد کے فرض سے بچ سکتے ہیں یا نہیں ؟"

Marfat.com

اس فقرہ کو دیکھ کر میں بے تامل یہ بات کہتا ہوں کہ میرے ہموطنوں
کی نسبت آج تک ایسے تحقیر آمیز کلمات کسی شخص نے نہیں لکھے
اور ایسی بے جا تحریر کسی نے نہیں کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
شائد ڈاکٹر ہنٹر صاحب کو ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات
سے کچھ آگاہی نہیں ہے اور جس بنیاد پر اُنہوں نے اپنی دانست
میں ان باتوں کو صحیح سمجھ رکھا ہے وہ محض پوچ ہے ؞

مسلمانوں نے جو اسباب میں بحث و گفتگو کی تھی کہ آیا ہم پر
جہاد فرض ہے یا نہیں اس کا یہ سبب نہ تھا جو ہنٹر صاحب خیال
فرماتے ہیں کیونکہ جو مسلمان ہندوستان میں رہتے ہیں وہ کچھ اس
بات کے محتاج نہ تھے کہ جو مسائل اُن کے مذہبی ہدایت پر مبنی ہیں
وہ ان کو از سر نو سکھلائے جادیں بلکہ درحقیقت وہ اُن سے خوب
واقف تھے اور ایسی مباحثوں سے اُن کا اصلی مطلب صرف یہ
تھا کہ بعض ناواقف لوگوں کی غلط بیانی سے جو اسباب میں
ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے انگریزوں کی طبیعت
برہم ہوتی تھی اس برہمی سے ایک طرح کی مضرت ہندوستان
کے مسلمان اپنے حق میں سمجھتے تھے اور اس مضرت کو وہ اس
طرح پر دفع کرنا چاہتے تھے کہ لوگوں کی اس غلط بیانی کی اصلاح

کریں جس سے ایک غلط الزام اُن پر لگتا ہے۔ چنانچہ بعض اخبار نویسوں نے جو اسباب میں کچھ لکھا لکھا یا تھا اول انہوں نے اس کا کچھ خیال بھی نہیں کیا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اب اس معاملہ میں طول ہوتا جاتا ہے اور ہمارے ذمہ ایک غلط مذہبی تہمت لگتی ہے اور سرکار کے ساتھ بدخواہی کرنا گویا مسلمانوں کا ایک فرض ٹھہرتا ہے۔ اس وقت انہوں نے جمہور ہو کر اُن فقروں کو چھاپنا ضروری سمجھا جن کا ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ فقرے کچھ آج کے نہیں ہیں بلکہ صدہا برس سے موجود ہیں اور ہمیشہ مسلمان اُن کے معتقد رہے ہیں صفحہ ۱۲ میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اُن باغیوں کا ذکر کیا ہے جو سرحد پر رہتے ہیں اور انہیں کے ذیل میں سید احمد صاحب کے بھی حالات بیان کئے ہیں اور جس طرح پر وہابیت کے مخالفوں نے مذاق سے یہ کہہ دیا تھا کہ سید احمد صاحب گویا ایک پیغمبر ہیں اور اُن کے فلاں شخص چار خلیفہ ہیں اسی طرح پر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے بھی اُن کو پیغمبر لکھا ہے اور صفحہ ۱۳ میں بیان کیا ہے کہ اُن کے خلیفہ بھی تھے اور یہ بھی ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ:-

سید صاحب نے اپنے گماشتے اس واسطے مقرر کر دیئے

Marfat.com

تھے کہ جو بڑے بڑے قصبے اُن کی راہ میں واقع تھے وہاں
جا کر وہ لوگ تجارت کے منافع میں سے اپنا ایک محصول
لیا کریں "۔

مگر ہماری دانست میں ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کے واسطے
کچھ سند نہیں ہے صفحہ ۱۴۷ میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"سید احمد صاحب نے اُن خلیفوں کی دنیوی طمع کو اپنے
لوٹ کھسوٹ کے بڑے بڑے وعدوں پر بہت کچھ بڑھا رکھا
تھا اور اُن کے عقیدہ کو اس بات پر پکا کر دیا تھا کہ مجھ کو
خداوند تعالےٰ نے تمام کفار یعنی سکھوں سے لے کر چین
والوں تک کے نیست و نابود کرنے کا حکم دیا ہے "۔

مگر جب ہم سید احمد صاحب اس التجا سے کہ "تمام مسلمان سکھوں
پہ جہاد کرنے میں شریک ہوں"۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے بیان کو مطابق
کرتے ہیں تو ہم کو چین والوں کے ذکر کا کہیں پتہ بھی نہیں ملتا پس
امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب ہم کو از راہ مہربانی اس امر سے ضرور مطلع
فرماویں گے کہ اُنھوں نے چین والوں کا ذکر کہاں سے لیا ہے اور اس
کی کیا سند ہے صفحہ ۵ء میں ڈاکٹر صاحب موصوف بیان فرماتے ہیں :

"شمالی ہندوستان کے اُن سرداروں اور راجاؤں نے جو دل

Marfat.com

بیں کچھ ناراض تھے پر ابر سید احمد صاحب کے لشکر کو فوجیں بھیجیں تھیں"۔

اگر ڈاکٹر صاحب اس مقام پر اپنا مطلب زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتے تو نہایت مناسب ہوتا کیونکہ اس فقرے سے کسی شخص کو صاف صاف یہ بات نہیں سمجھ میں آتی کہ یہ ناراض سردار کون تھے اور وہ کس سے ناراض تھے۔ علاوہ اس کے جو ماجرا کوہ ہمالیہ میں واقع ہوا تھا اس کے بیان میں صاحب موصوف نے اپنی قوت متخیلہ سے زیادہ کام لیا ہے۔ اور اس کے بعد فقرہ ذیل میں اس سے بھی کچھ زیادہ خیال بندی فرمائی ہے

"سید احمد صاحب نے جو خلیفہ ۱۸۲۱ئہ میں مقام شبہ معین کئے تھے ان میں سے دو شخص سرحد کی جانب گئے اور انھوں نے وہاں جا کر اس بات کو لوگوں کے خوب ذہن نشین کیا کہ سید احمد صاحب نے انتقال نہیں فرمایا بلکہ وہ صرف بطور کرامت غائب ہو گئے ہیں آئندہ کسی مناسب وقت میں ایک ملکوتی فوج لے کر ظاہر ہوں گے اور ہندوستان سے کفار کو نکال دیں گے"۔

یہ بیان محض افترا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس بیان کو وہابیوں کے ساتویں عقیدہ کے اس معنی کی تصدیق کے واسطے

Marfat.com

درج کیا ہے جو انہوں نے اپنی طرف سے بیان فرمائے ہیں شائد ڈاکٹر صاحب نے یہ بات کسی ایسے شخص کی زبانی سنی ہوگی جو وہابیوں کے مخالف عقیدہ رکھتا ہوگا۔ یا وہابیوں پر ایک جھوٹا الزام لگانے کے واسطے آمادہ ہوگا کیسے افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کے عقائد بیان کرنے میں نہایت پوچ باتوں پر بھروسہ کیا ہے۔ اور ایک ایسے عالم نے صبح ظلمت و نور میں امتیاز نہیں کی جس کے سبب سے اُس کی ہوشیاری میں بڑا بٹہ لگتا ہے۔ ایک اَور فقرہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں ایسا لکھا ہے کہ جو انگریز اپنی رعایا کے دلوں میں اپنی محبت کا تخم بونا چاہتے ہیں وہ ہرگز ایسے فقرہ کو نہ لکھیں گے جن سے انکے مذہب میں خلل پڑتا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے

"ہر ایک مسلمان نے جو اس قدر سرگرم تھا کہ عیسائی گورنمنٹ کے عہد میں خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ اپنی کمر باندھی اور ستانا کے لشکر میں جانے کو مستعد ہوا"

پس تمام ایسے مسلمانوں کی نسبت جو ہندوستان میں چپ چاپ بیٹھے تھے یہ کیسی عام تہمت ہے معلوم ہوتا ہے شائد ڈاکٹر صاحب اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب میں خصوصاً وہابیوں کے عقاید کے موافق اس باب میں کیا ہدایت ہے یا شائد ڈاکٹر

Marfat.com

. . . .

. . . .

صاحب دیدہ و دانستہ اُن کے معنی غلط بیان کرتے ہیں۔ وہابی لوگ اپنے رسولؐ کے احکام کی سچی سچی اطاعت کرتے ہیں۔ اور یہ بات مشہور ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ کے زمانہ میں مکہ کے مسلمانوں کو اذیت پہنچی تو آنحضرت نے اپنے سچے پیروؤں کو حکم دیا۔ کہ وہ حبش کی عیسائی سلطنت میں جا کر پناہ لیں پس اب یہ بات کہنا کہ سچے مسلمان انگریزی سلطنت میں خاموش نہیں رہ سکتے تھے اور سرحد پر جانا چاہتے تھے محض افترا ہے۔ کیا ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے نزدیک جو مسلمان ہندوستان میں باقی رہے تھے ان میں کوئی بھی پکا مسلمان نہ تھا۔

میں نے یہ بیان کیا تھا۔ کہ جو لوگ جہاد کے واسطے سرحد پر جمع ہوئے تھے۔ وہ گورنمنٹ انگریزی پر جہاد کرنا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ میرے اس بیان کی تصدیق ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی اُس تحریر سے ہوتی ہے۔ جو اُن کی کتاب کے صفحہ ۱۴ میں موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

> اُسی سال یعنی ۱۸۵۸ء میں انہوں نے ہمارے ایک رفیق یعنی ریاست امب کے سردار پر حملہ کیا جس کے سبب سے انگریزی فوج کا روانہ کرنا ضرور معلوم ہوا۔"

Marfat.com

بعد اس کے ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"میں اُن زیادتیوں اور لوٹ کھسوٹ اور قتل و قتال کا مفصل ذکر نہیں کرتا جن کے باعث سے ۱۸۵۰ء میں گورنمنٹ انگریزی کو سرحد کی قوموں سے لڑنا پڑا۔ اور اس عرصہ میں سرحد کی قوموں کو ہمیشہ متعصب مسلمانوں نے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت پر برانگیختہ رکھا۔"

پس میں پوچھتا ہوں۔ کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب اپنے اس بیان کی سند کیا رکھتے ہیں اور اُن کو کیسے معلوم ہوا۔ کہ سرحد کی قوموں کی یہ دائمی مخالفت متعصب مسلمانوں کے برانگیختہ کرنے سے تھی۔ اگر صاحب موصوف نے اپنے اس خیال کو اس بنا پر پیدا کیا ہے۔ کہ سرحد کی قومیں سیکڑوں برس سے اُن لوگوں سے ساتھ جنگ و پرخاش رکھتی تھیں جو اُن کے متصل رہتے تھے۔ تو میری دانست میں صاحب موصوف کی جانب سے ہمارے مسلمانوں پر ناحق کی تہمت ہے اور مجھ کو اسی کے سبب سے سخت حیرت ہے۔ کیونکہ وہ قومیں تو خود ہی اس قدر جنگجو اور پرکینہ ہیں۔ کہ ان کو کسی کی ترغیب و تحریک کی ضرورت ہی نہیں ہے

اس کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ

"اس عرصہ میں یعنی ۵۲ و ۱۸۶۳ء میں اُن قبیلوں نے

ستانا میں تھے بنظرِ دانشمندی یہ کام کیا۔ کہ خود تو سرکاری
فوج سے علانیہ مقابل نہہوئے مگر درپردہ سرحد کی قوموں کے
دلوں میں جوش وخروش پیدا کرتے رہے۔ اور متعصبانہ اثر ان
کی طبیعتوں میں ڈالتے رہے ؎

مگر ان کے اس بیان سے میرے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ جس
جہاد کا منصوبہ ہندوستان میں ہوا تھا وہ سکھوں کی نسبت تھا گورنمنٹ
انگریزی پر حملہ کے واسطے نہ تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جو لوگ مذہبی جوش
کے پیدا کرنے میں ایسے سرگرم تھے کہ وہ اپنے جوش میں اکثر سکھوں سے
لڑتے تھے دس برس تک گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنے سے باز نہ رہتے۔
لہٰذا یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس کو میری دانست میں سب لوگ تسلیم کرینگے۔
مگر ڈاکٹر ہنٹر صاحب اس قابل تسلیم بات سے اس لئے اپنی لاعلمی
ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اس کے سبب سے اُن کا یہ قصہ نہایت پُر تاثیر ہو
جاوے اور جو سرنامہ انہوں نے اپنی کتاب کے واسطے تجویز کیا ہے۔
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"کیا ہندوستان کے مسلمانوں پر ملکہ معظمہ پر جہاد کرنا فرض ہے"

اُس سرنامہ کے معنی کو تقویت حاصل ہو۔ اب ہم سنہ ۱۸۵۷ء و ۵۸ و ۶۱ و
۶۴ء کا ذکر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء

میں ستانا کے باغیوں نے گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنے کے واسطے ایک عام سازش کرنی چاہی اور نہایت جرائت کے ساتھ انھوں نے گورنمنٹ انگریزی سے اس بات کا تقاضا کیا۔ کہ وہ اُن کو ایک تاوان کے وصول میں مدد دے۔ اپنی کتاب کے حاشیہ میں ایک مقام پر صاحب موصوف نے خاصکر یہ بیان کیا ہے۔ کہ قوم یوسف زئی اور پنج تار بھی اس سازش میں شریک تھیں بسچ ہے میں یہ بات جانتا ہوں۔ کہ البتہ یہ پچھلی دونوں قومیں ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ انگریزی سے لڑنے کا ضرور ارادہ رکھتی ہونگی۔ اس لئے کہ اُس ہنگامہ میں لوٹ کھسوٹ اور دنیوی فائدہ کا نہایت عمدہ موقع حاصل تھا۔ اور اس عرصہ میں بلا شُبہ بہت سی اور قومیں بھی اس بات پر ایسی آمادہ تھیں۔ کہ ان کو کچھ ستانا کے باغیوں کی تحریک کی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ اس کے اس بات کو سُن کر ہر شخص تعجب کریگا۔ کہ جب ۱۸۵۷ء میں ستانا کے باغیوں کی جانب سے ایسی عام سازش ہوئی تھی۔ تو صرف ایک ہی برس بعد یعنی ۱۸۵۸ء میں ستانا اور سرحد کی قوموں کے باہم کیوں اس قدر نفاق ہوگیا۔ کہ اُن قوموں نے اُن پر حملہ کیا۔ اور اُن کا بڑا متعصب سردار سید عمر شاہ نامی جس کا ذکر صفحہ ۵۲ کے حاشیہ میں ہے۔ اس حملہ میں مارا گیا۔ میری دانست میں تو اس

Marfat.com

سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ پہاڑی قوموں میں ان کا کچھ رعب نہ تھا۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا بیان ہے۔ کہ یہ لوگ قرب وجوار کے پہاڑی باشندوں سے محصول لیا کرتے تھے۔ (صفحہ ۲۴) مگر میری یہ رائے ہے۔ کہ عنایت علیؒ اور ولایت علیؒ کے انتقال کے بعد چند آدمی پہلی جماعت میں کے رہ گئے تھے۔ اور وہ اس قدر کمزور تھے۔ اور خود انہیں میں باہم اس قدر نفاق تھا کہ وہ اس قسم کا ارادہ ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ ۱۸۵۷ء میں اور اس کے بعد کچھ سرکاری فوج کے بگڑے ہوئے سپاہی اور کچھ اور لوگ ستانا میں جمع ہو گئے تھے اور ان میں ہندو اور مسلمان سب تھے اور ہمارے پہلے بیان کے موافق یہ وہی لوگ تھے جو ہندوستان سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ اب ہم کو خود ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے بیان سے یہ بات ثابت ہو گئی (صفحہ ۲۴) کہ ۱۸۵۰ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک ان متعصب مسلمانوں اور انگریزی فوج میں کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔ جن کا ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے لکھا ہے۔

البتہ ۱۸۵۷ء کے بعد کئی لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن ان لڑائیوں سے کیا نتیجہ نکلا۔ میری دانست میں تو ان سے صاف صاف یہ نتیجہ نکلا کہ جو کچھ اس کے بعد ظہور میں آیا۔ اس میں اغوا کرنے والے

Marfat.com

سرکاری فوج کے باغی سپاہی تھے۔ سید احمد شاہ صاحب کے گروہ میں سکا ایک شخص بھی اس میں شریک نہ تھا۔ اور جس طرح سے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اور اقوال کی سند نہیں ہے۔ اسی طرح اُن کے اس قول کی بھی اصل نہیں ہے۔ کہ جو شعلہ ہندوستان میں بھڑکا تھا اُس شعلہ کو ہندوستان کے متعصب مسلمان اور زیادہ بھڑکاتے تھے جو ہنگامے گورنمنٹ انگریزی کے مقبوضہ دیہات میں بچوں کی چوری اور غارتگری اور آتشزدگی وغیرہ کے ظہور میں آئے ہیں۔ اُن میں سرحدی قوموں کی بہت کچھ سازش اور شرکت تھی پس اُن ہنگاموں کو سید احمد صاحب کے پیرؤں کی طرف منسوب کرنا اور اُن کے باعث سے ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو متہم کرنا نہایت ہی نازیبا ہے۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے باب اول کے آخر میں امیلا کی لڑائی اور سرحدی قوموں کے اُس فساد کا بھی ذکر ہے جو ۱۸۶۳ء میں انہوں نے کیا تھا۔ مگر اُس مقابلہ کی نسبت میری یہ رائے ہے۔ (اور جو انگریزی افسر اُس موقع پر موجود تھے وہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں) کہ اُن کا یہ مقابلہ کہ مقام ملکا کے باغیوں کی محبت کے سبب سے نہ تھا بلکہ گورنمنٹ انگریزی نے جو اُن کی مرضی کے خلاف

اُن کے ملک میں ہو کر حملہ کیا تھا۔ اس سبب سے وہ ناراض ہو گئی تھیں۔ مگر اُن کی ناراضی بھی حق بجانب تھی۔ اگر اُن کو یہ اطلاع ہوتی۔ کہ ہم صرف ورہ امیلا سے راستہ چاہتے ہیں۔ تو غالباً وہ سب گورنمنٹ انگریزی کی طرفدار ہوتیں۔ مگر اُن کو ہمارے منصوبوں کی اطلاع نہ ہوئی۔ اس سبب سے اُن کے دل میں شبہ پیدا ہوا۔ اور اسی شبہ کے سبب سے انہوں نے ستانا کے گروہ کی طرفداری کی۔ مگر میں یقین کرتا ہوں۔ کہ ایسے موقع پر اگر بجائے پہاڑی قوموں کے انگریز لوگ ہوتے اور اُن کو ایسی صورت پیش آتی۔ تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

صفحہ ۳۹ میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے محمدؐ اسحاق اور محمدؐ یعقوب اور مولوی عبداللہ ان تین سرداروں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں لکھا کہ یہ تینوں سردار کہاں سے آئے تھے آیا پٹنہ سے آئے تھے یا جنوبی بنگالہ سے یا شمالی ہندوستان سے یا کہیں اور سے آئے تھے حالانکہ ہر شخص اُن کے حالات کی تفتیش اور تحقیق کا خواہاں ہے۔ میں ان کی ناموں سے محض ناواقف ہوں۔ اور گو میں نے اُن کی نہایت تحقیقات کی۔ مگر مجھ کو کہیں پتہ نہیں لگا۔ ہنٹر صاحب نے گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ کہ گورنمنٹ موصوف ستانا کے متعصب مسلمانوں کو ہندوستان سے نہ نکال سکتی ہے۔

Marfat.com

اور نہ ان کو اس شرط سے گورمنٹ کا مطیع کرسکتی ہے۔ کہ وہ گورمنٹ کی اطاعت قبول کریں۔ اور ہندوستان میں اپنے گھروں کو لوٹ آویں (صفحہ ۴۱ و ۴۲) مگر صاحب موصوف نے بنظر دانشمندی یہ نہیں لکھا کہ وہ متعصب مسلمان ۱۸۵۷ء کے باغی تھے یا سید احمد صاحب کے گروہ کے باقیماندہ لوگ تھے اگر صاحب موصوف اس بات کا بھی مفصل ذکر کرتے تو یہ باب عمدہ طور سے ختم ہو جاتا۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے صفحہ ۴۵ میں ایک شریر اور زبردست آدمی تتو میاں نامی کی ان زیادتیوں کا ذکر ہے جو اس نے معاملات اراضی کے متعلق کی تھیں اور ہندوؤں کی گایوں کو بجبر حلال کیا تھا۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اسی عرصہ میں کسی دولت مند کی بیوہ لڑکی کا نکاح بغیر رضامندی اس کے وارثوں کے اس گروہ کے کسی سردار سے ہوا تھا۔ اور ان سب باتوں کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے وہابیوں کی ایک ایسی سازش کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ جو انگریزی حکومت کے تہ و بالا کرنے کے واسطے کی گئی تھی۔ حالانکہ یہ سب ایسی لغو اور فضول تہمتیں ہیں۔ کہ ان کا جواب دینا بھی فضولیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے فساد اور جھگڑے ہمیشہ تمام ہندوستان

میں ہوتے رہے ہیں۔ مگر اُن کو کبھی سرکاری معاملات سے کچھ سروکار نہیں ہوا اور نہ اُن کو کسی نے انگریزوں پر جہاد سمجھا۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے سید احمد صاحب کے کرامتاً غائب ہو جانے کے قصہ کو کسی قدر مبالغہ اور اصرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسا لغو قصہ ہے جس کو اُس وقت کے عام مسلمان بھی اپنے اعتقاد میں نہایت ضعیف سمجھتے تھے۔ پس جس قدر کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ان مسلمانوں کی ضعیف الاعتقادی کو لوگوں کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں۔ درحقیقت اُس کی کچھ بھی اصل نہ تھی۔

اب میں اس مضمون کے ناظرین کو اُس خط کے مضمون کی جانب مائل کرتا ہوں۔ جو بنگالہ کے ایک بڑے راسخ الاعتقاد عالم نے لکھا تھا۔ اُس خط میں عالم مذکور نے اولاً سید احمد صاحب کے کرامتاً غائب ہو جانے کے قصہ کی اصلیت دریافت کی ہے۔ اور اس کے بعد اپنے معتقدین کو یہ ہدایت کی ہے۔ کہ وہ وہاں سے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے آویں۔ پس ذرا سوچنا چاہیے۔ کہ اس عالم کی اس چھٹی اور اس ہدایت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو اس سے صاف یہ عمدہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ یہ شخص اپنی صفائی طبیعت سے اس بات کو بہت بُرا سمجھتا تھا۔ کہ مذہبی سرگرمیوں کو دھوکہ بازی

Marfat.com

سے برانگیختہ کرے۔ اور اس کا یہ منشا ہرگز نہ تھا۔ کہ وہ سلطنت انگریزی میں کسی قسم کا فتور برپا کرے۔ حالانکہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اس کو بھی ایک متعصب عالم لکھا ہے۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے صفحہ ۱۶ میں سید احمدؒ صاحب اور عبدالوہاب کی ایک مفصل تاریخ لکھی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

تجویزات اب تک ان کے دل میں بطور خواب و خیال کے تھی وہ انجام کار ایک آتشین شعلہ کے بن کر اس درجہ کو پہنچی کہ وہ اپنے دل میں جملہ اضلاع ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا قائم خیال کرنے لگے اور انگریزوں کے مذہبی آثار کو ان کی نعشوں کے ساتھ گویا زمین میں مدفون سمجھنے لگے۔

پس اس میں شبہ نہیں کہ سید احمدؒ صاحب اور اگر ٹھیک سمجھو تو مولوی اسمٰعیلؒ صاحب نے اپنی تمام ہمت کو اس بات پر مصروف کیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو ہندوستان میں اپنے مذہب اسلام کی تہذیب اور اصلاح کرنی چاہیے۔ اسلئے کہ ہندوستان میں بہت سی بے اصل باتیں مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہو گئی تھیں اور اسی لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کا یہ قول نہایت صحیح ہے۔ کہ سید صاحب تمام اضلاع ہندوستان میں اپنے مذہبی تہذیب کا جھنڈا قائم کرنا

Marfat.com

جاتے تھے۔ مگر یہ بالکل غلط ہے کہ وہ گورنمنٹ انگریزی سے مذہب کے نیست و نابود کرنے کی فکر میں تھے۔ میری دانست میں ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے بالکل بے سند ہے اور اس قابل نہیں ہے کہ اس پر ذرا بھی التفات کیا جائے۔ جو اطلاع سید احمدؒ صاحب نے مسلمانوں کو دی تھی وہ صرف اس بات کی تھی۔ کہ وہ سکھوں پر جہاد کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔ پس ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی رائے خود سید احمدؒ صاحب کی اس ہدایت سے ہی بالکل ٹھہرتی ہے۔ اور کوئی وہابی ایسی رائے ظاہر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ وہ اُن کے اعتقاد کے بالکل خلاف ہوتی۔ میں جانتا ہوں بلکہ مجھ کو یقین کامل ہے۔ کہ غالباً اس معاملہ میں ڈاکٹر صاحب کو کسی ایسے شخص نے دھوکہ دیا ہے جو وہابیت کے خلاف اعتقاد رکھتا ہے۔

جس موقع پر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے وہابیوں کی کتابوں کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے یہ فقرہ لکھا ہے کہ

"وہابیوں کی کتابوں میں دیندار اور خدا پرست آدمیوں کا سب سے بڑا فرض یہی لکھا ہے کہ وہ جہاد کریں"۔

بعد اس کے پھر صفحہ ۶۶ میں لکھا ہے کہ

"وہابیوں نے نظم اور نثر زبان میں انگریزوں پر جہاد کرنے کی

Marfat.com

بابت اس کثرت سے رسالے لکھے ہیں کہ اگر ان سب کا حد سے زیادہ مختصر خلاصہ کیا جاوے تو بھی ان سے ایک بڑے حجم کی کتاب تیار ہو۔"

اور اسی کے ذیل میں صاحب موصوف نے مسلمانوں کی ان پیشین گوئیوں کا ذکر کیا ہے جو انگریزی حکومت کے زوال کی نسبت کی گئی ہیں۔ اور مسلمانوں کی چودہ کتابوں کی ایک فہرست بھی لکھی ہے اور ان میں سے چند فقرے نقل کئے ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ آئیگا۔ جن کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب کی بہت کھلی ہوئی غلطیاں بھی ظاہر ہوں گی۔

جہاد تو ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے جواز و عدم جواز اور اس کے شروط کا ذکر مسلمانوں کی آسمانی کتاب یعنی قرآن شریف اور احادیث نبوی اور فقہ کی تمام کتابوں میں برابر موجود ہے۔ اس سب سے ڈاکٹر صاحب کو یہ لکھنا زیبا تھا کہ تمام مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں جہاد کا ہر جگہ ذکر ہے۔ یہ لکھنا مناسب نہ تھا کہ صرف وہابیوں کی کتابوں میں اس کا ذکر ہے اور اگر ڈاکٹر صاحب نے یہ سمجھا ہے۔ کہ جہاد وہابیوں کے نزدیک سب سے بڑا فرض ہے۔ تو ان کو یہ لکھنا بھی ضرور تھا کہ وہ کن کن صورتوں میں فرض ہے میری دانست میں ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان بالکل غلط ہے۔ کہ وہابیوں نے خاص جہاد کے باب میں بہت

Marfat.com

سی کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ جب ہم اُن کتابوں کے مطالب کو غور سے دیکھیں گے تو ڈاکٹر صاحب کی یہ بھی غلطی ظاہر ہو جاویگی صاحب موصوف نے اول صراط المستقیم کا ذکر کیا ہے (یہ وہ کتاب ہے جن کو ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی نے تصنیف کیا تھا) اس کتاب میں صرف ایک مقام پہ جہاد کا ذکر ہے۔ پس صاحب موصوف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۴ میں جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے اور ترجمہ کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے جیسا ہم لکھتے ہیں۔

بایددانست کہ جہاد امریست کثیر القواعد عمیم المنافع کہ منفعت آں بوجوہ متعددہ بہ جمہور انام می رسد بشابہ باران کہ منفعتش نبات وحیوان وانسان را احاطہ کردہ و منافع ایں امر عظیم در قسم است منفعتی عامہ کہ مومنین مطیعین و کفار متمردین و فساق ومنافقین بلکہ جن وانس وحیوان ونبات دران اشتراک می دارند و منافع مخصوصہ بجماعات خاصہ یعنی بعضی اشخاص را منفعتی حاصل میشود و بعضی دیگر را منفعتی دیگر اما منفعت عامہ پس بیانش آنکہ چنانکہ بہ تجربہ صحیحہ ثابت شدہ کہ بسبب عدالت حکام و دیانت اہل معاملات وسخاوجود ارباب اموال و نیک نیتی جمہور انام برکات سماویہ مثل تنزل باران بوقت و کثرت

Marfat.com

نبات والتفاق مکاسب و معاملات و دفع بلایا و آفات و نمو اموال و ظہور ارباب ہنر و کمال بیش از بیش متحقق می گردد ہمچنیں مثل آں بلکہ صد چند آزاں بسبب شوکت دین حق و عروج سلاطین متدینین و ظہور حکومت ایشاں در اقطار و اکناف زمین و قوت عساکر ملت حقہ و انتشار احکام شرع در قرے و امصار بہ ظہور میرسد چنانچہ حال ہندوستان را با حال روم و توران در نزول برکات سماویہ باید سنجید بلکہ حال ہندوستان را دریں زمان کہ سنہ یک ہزار دو صد و سی و سوم است کہ اکثر ش دریں ایام دار الحرب گردیدہ بحال ہمیں ولایت کہ بیش ازیں دو صد یا سہ صد سال بودہ در نزول برکات سماویہ و ظہور اولیائے عظام و علمائے کرام قیاس باید کرد۔"

علاوہ اس بات کے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ غلط کیا ہے اس جملہ کو بھی ترک کر دیا ہے "تجربہ صحیحہ" جو تمام عبارت کی بنیاد ہے۔ بلاشبہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی کتاب کے اس حصہ میں عام طور پر جہاد کا ذکر ضرور کیا ہے۔ مگر اس جہاد کا ذکر ... کا وجوب یا جواز بہت سی شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ کچھ مولوی ... صاحب

نے سکھوں یا ہندوؤں یا انگریزوں کا ذکر نہیں کیا۔ پس اُن
کی ایسی کتاب میں سے جو فقہ کی اور کتابوں کی مانند جہاد کی
فصل پر بھی مشتمل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا اس خاص فقرہ کو
نقل کرنا اور اُس پر یہ رائے دینا کہ یہ انگریزوں کی نسبت ہے۔
ہرگز ڈاکٹر صاحب کے شایانِ حال نہیں ہے۔ جہاں مولوی
اسمٰعیل صاحب نے حکام کے انصاف اہلِ معاملات کی دیانت
اور مالداروں کی سخاوت کا ذکر کیا ہے وہاں مولوی اسمٰعیل صاحب
خاص مسلمان حاکموں کا انصاف وغیرہ مراد نہیں لیا بلکہ
علی العموم اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ خواہ وہ کسی مذہب کے
ہوں ان صفات کے ساتھ موصوف ہوں گے۔ وہ خدا کے
فضل وکرم کے مستحق ہوں گے۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اس بات
پر بھی گرفت کی ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی کتاب میں
ہندوستان کی اُس حالت سے جو سولھویں اور سترھویں صدی
میں تھی۔ اور اس حالت سے جو انیسویں صدی میں ہے باہم مقابلہ
کیا ہے جس سے گورنمنٹ انگریزی کے عہد کی برائی ثابت ہوتی
ہے۔ مگر مقام تعجب کا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس رائے
کے ظاہر کرتے وقت اس بات کا خیال نہ کیا کہ اٹھارہویں صدی

Marfat.com

کے وسط زمانہ تک تو ہندوستان میں مسلمانوں ہی کی حکومت
رہی تھی اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنے اس بیان میں اُس
عہد کو بھی ۱۸۱۵ء کی مانند بُرا بیان کیا ہے۔ پس اگر مولوی اسمٰعیل
کے بیان کی نسبت یہ گرفت صحیح خیال کی جاوے۔ تو یہ بات سمجھ
میں نہیں آتی۔ کہ اگر مولوی اسمٰعیل صاحب اٹھارھویں صدی کے
وسط میں ہوتے۔ تو وہ خود اپنی ہی گورنمنٹ کے حق میں جہاد کا
وعظ کہنا کیسے جائز سمجھتے۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے لفظ دار الحرب
کے ترجمہ کی صحت کا بھی خیال نہیں فرمایا۔ کیونکہ انھوں نے اُس کا
ترجمہ دشمن کے گھر لکھا ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں انہیں
کے دلائل کے بموجب وہ تمام مسلمانوں کو بغاوت سے باز رکھتا ہے
جو مضمون اس عالم ڈاکٹر نے انگلشمین مطبوعہ ۲۶ مئی ۱۸۷۱ء
میں چھپوایا ہے۔ اس کا بھی خلاصہ ذیل میں لکھا جاتا ہے

ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کی تمام معتبر کتابوں
کے بموجب ہندوستان دار الاسلام نہیں رہا بلکہ وہ دار الحرب
ہو گیا ہے۔ پس جو مسلمان رعایا اپنے زیادہ پُر جوش
اُس کے حق میں بھی اور ... کے حق میں بھی یہ
خفیف نہیں ہے کہ ... ان اہل ... ب

اور اس صورت میں اُن پر ہم سے بغاوت کرنا اور اُس کو پھر دار الاسلام بنانا فرض نہیں ہے۔ مگر ہم اپنے پہلے مضامین میں یہ بات ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ہندوستان اب دشمن کا ملک ہے۔ اس سبب سے اس زمانہ کے مسلمانوں کو اپنی کتابوں کے بموجب فرض ہے کہ وہ ساکت رہیں کیونکہ اس کی جہاد ہی اُن کے ذمہ نہیں ہے بلکہ اُس خدا کی مشیت غالب ہے اور بناوٹ کرنے سے جن خطرات کا احتمال اُن کے مذہب کی نسبت ہے۔ وہ احتمال اس بات پر اُن کو مجبور کرتا ہے کہ وہ جہاد کو اب ناجائز سمجھیں "۔

صراط المستقیم اُن چودہ کتابوں میں سے پہلی کتاب ہے جن کی بابت ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۶۷ میں یہ تحریر کیا ہے کہ

"جن کتابوں کے وہابی لوگ زیادہ معتقد ہیں اُن کے نام سننے سے یہ بات معلوم ہوتی ... [illegible] ... بغاوت اور [illegible] کا ذکر ہے"۔

[illegible] اپنے پہلے مضمون میں یہ بات بخوبی ثابت کر چکا ہوں۔ کہ [illegible] کو [illegible] جہاد کرنے سے کچھ تعلق نہیں

ایک اور مقام پر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۶۵ و ۶۶ میں پشتین گوئیوں کے ایک نظم رسالہ کا ذکر کیا ہے مگر میری دانست میں جو مطلب اُس کا ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے بیان کیا ہے وہ محض غلط ہے۔ اس لئے کہ وہ رسالہ اور وہ مثنوی جس کو مولوی کرم علیؒ ساکن کانپور نے تصنیف کیا تھا ۱۸۲۴ء اور ۱۸۳۰ء کے درمیان اُس وقت تصنیف ہوئی تھی۔ جب سید احمدؒ صاحب سکھوں پر جہاد کر رہے تھے۔ پس ایسی کتابوں اور ایسے رسالوں کے ذکر کرنے سے بجز اس کے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب کی رونق تصور کی ہے۔ اور کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اور جن دلائل سے انہوں نے اس امر کا ثبوت چاہا ہے۔ کہ ملکہ معظمہ پر جہاد کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ اُن دلائل کو ان رسالوں اور قصیدوں کے ذکر سے کچھ بھی تقویت نہیں ہوتی۔ اور جب اُن رسالوں کے معنی کو غور سے دیکھا جاتا ہے۔ تو کوئی بات اُن میں ایسی نہیں معلوم ہوتی جس کی نسبت یہ گمان ہو سکے۔ کہ وہ گورنمنٹ انگریزی سے لوگوں کو باغی بنانے کے لئے لکھے گئے تھے۔ اور اگر اس مضمون کے دیکھنے والے اس بات کا خیال کریں۔ کہ یہ رسالے کس زمانہ میں تصنیف ہوئے تھے

تو اُن کو خود ہی معلوم ہو جاویگا کہ اُن میں دراصل کن لوگوں سے خطاب ہے۔ اور اسی سبب سے میں ڈاکٹر صاحب کے اس فقرہ کی صحت و عدم صحت کا تصفیہ ناظرین حق پسند کی منصفانہ رائے پر چھوڑتا ہوں کہ

"وہابیوں نے نظم و نثر میں انگریزوں پر جہاد کرنے کے باب میں اس کثرت سے کتابیں تصنیف کی ہیں کہ اگر اُن سب کا نہایت مختصر خلاصہ کیا جاوے تو بھی ایک بڑے حجم کی کتاب تیار ہو"۔

تیسری کتاب شرح وقایہ عربی ہے جس کو میں اور تمام ہندوستان کے مسلمان جانتے ہیں اور جس کو تصنیف ہوئے بھی کئی سو برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ یہ کتاب حنفیوں کی فروعات میں ہے۔ اور قطع نظر اس سے کہ وہ وہابیوں کے نزدیک معتبر ہے یا غیر معتبر یہ بات ظاہر ہے کہ وہ ہندوستان میں فرقہ کے پیدا ہونے سے بہت پہلے موجود تھی اور اس میں جہاد کی بابت صاف یہ لکھا ہے۔ کہ وہ سچے مسلمانوں پر اُس وقت پر فرض ہے جب کہ کفار مسلمانوں کو ایذا پہنچاویں۔ چنانچہ اس بات کو خود ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۹۹ میں صراحتاً تسلیم کیا ہے۔

Marfat.com

چوتھی کتاب شاہ نعمت اللہ ولی کشمیری کا (جنہوں نے ۱۰۷۸ھ مطابق ۱۶۱۸ء میں وفات پائی) ایک پرانا قصیدہ ہے۔ جس میں انہوں نے بطور پیشین گوئی یہ لکھا ہے۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کو ایک وقت میں زوال ہوگا۔ اور اسی قسم کی اس میں اور چند پیشین گوئیاں ہیں۔ جن کا ذکر ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۶۳ میں کیا ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ جس مقام پر پہلے ڈاکٹر صاحب نے وہابیوں کے عقائد کا حال بیان کیا تھا۔ وہاں انہوں نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ وہابی لوگ اولیاء اللہ کی کرامات کے قایل نہیں ہیں۔ پھر کیونکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا یہ بیان صحیح ہو سکتا ہے کہ وہابی لوگ اولیاء اللہ کی اس غیب دانی کے معتقد ہیں۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ جو لوگ وہابیت کے برخلاف قبر پرستی کرتے ہیں وہ بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اس قسم کی باتیں تو اکثر نجومی اور رمال و جفار لوگ بیان کرتے ہیں۔ اور اگر خدا کے نیک بندے کوئی ایسی پیشین گوئی کرتے بھی ہیں۔ تو ان کی نیت میں فساد نہیں ہوتا۔ چنانچہ دیکھو اکثر عیسائی پادری [illegible] دنیا کے انجام کی نسبت اپنی رائے ظاہر کیا کرتے ہیں [illegible] سلطنت [illegible] و فرانس وغیرہ کے زوال کی بابت [illegible] گوئیاں [illegible]

Marfat.com

پیشین گوئیوں کو سینٹ جان کے الہام پر مبنی سمجھتے ہیں چنانچہ جو لوگ تھوڑی سی بھی عقل و فہم رکھتے ہیں۔ وہ بھی ایسی پیشین گوئیوں کو کسی حالت میں قابل اعتماد نہیں سمجھتے۔ اور خاص وہابیوں کا تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ پیشین گوئی ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ کیونکہ علم غیب کا ثبوت اور بشر کے واسطے تو کیا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی نہیں ہے۔ چنانچہ خود قرآن پاک خاص آنحضرت صلعم کی نسبت لکھا ہے کہ " قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون یعنی کہدو تم اے محمد الرسول اللہ لوگوں کو کہ مجھ کو خود اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں ہے۔ بلکہ جو خدا چاہے وہی ہوتا ہے۔ اور میں کوئی غیب کی بات نہیں جانتا۔ اور اگر میں علم غیب رکھتا ہوتا۔ تو بہت سی بھلائی کی باتیں جمع کر لیتا۔ اور اپنے اوپر کوئی برائی نہ آنے دیتا۔ میں کوئی غیب دان یا فرشتہ برائی بھلائی کا مالک نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو صرف مومنوں کو بشارت دینے والا اور عقبیٰ کی خرابی سے ڈرانے والا ایک آدمی ہوں

پانچویں [illegible] قیصر روم ہے۔ اس کو بھی وہابیوں کے اعتقادات

Marfat.com

سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک تاریخ کی کتاب ہے۔ جس کو گورنمنٹ روم کے ایک ملازم ابراہیم آفندی نے عربی زبان میں لکھا تھا۔ پھر اس کا خلاصہ بزبان فارسی ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء کو کانپور میں چھاپا۔ چنانچہ منجملہ اور باتوں کے اس کتاب میں ان لڑائیوں کا بھی ذکر ہے۔ جو سلطان محمود اول کے عہد میں وہابیوں اور ترکوں کے باہم ہوئی تھیں

چھٹی کتاب آثار محشر ہے۔ جس کو مولوی محمد علی صاحب نے تصنیف کیا تھا۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب اس کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس کتاب میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے۔ کہ پنجاب کی سرحد پر خیبر کی پہاڑیوں میں ایک ایسی لڑائی ہوگی۔ کہ ابتداء انگریز مسلمانوں کو مغلوب کرینگے اور مسلمان مغلوب ہو کر اپنے امام موعود کی تلاش کریں گے۔ بعد اس کے ایک اور لڑائی ہوگی جو چار روز تک رہیگی اور اس لڑائی میں مسلمان فتحیاب ہوں گے۔ اور انگریزوں کو ایسی شکست فاش ہوگی۔ کہ اس کے سبب سے انگریزوں کے دماغوں میں سے اپنی حکومت کا خیال جاتا رہیگا۔ اس کے بعد امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور جو مسلمان اس وقت ہندوستان میں

Marfat.com

میں حاکم ہوں گے وہ امام صاحب سے ملنے کے لئے مکہ معظمہ جاوینگے اور یہ واقعات بعد اُس کسوف و خسوف کے واقع ہوں گے جو ماہ رمضان میں ہوں گے"۔ مگر میں حیران ہوں۔کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ بات کہاں سے نکالی ہے۔ میرے ذہن میں تو بجز اس کے اور کچھ نہیں آتا۔کہ یا تو ڈاکٹر صاحب اپنے اس بیان سے اپنی کتاب کے پڑھنے والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ اور یا وہ نہایت درجہ کے ناواقف ہیں۔ کیونکہ اُن کے ذمہ ان دونوں الزاموں میں سے ایک ضرور عائد ہوتا ہے۔ حالانکہ میرے علم و یقین میں یہ دونوں باتیں ڈاکٹر صاحب کی شان سے بعید معلوم ہوتی ہیں۔ اب میں اپنے ناظرین مضمون کے ملاحظہ کے واسطے آثار محشر کا خلاصہ مطلب ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اور اس بات سے اُن کو متنبہ کرتا ہوں۔کہ ایسی ہی خیبر کی پہاڑیاں جن کے سبب سے دھوکہ دہی یا ناواقفیت کا الزام ڈاکٹر صاحب پر عائد ہوتا ہے حوالی مدینہ منورہ میں بھی واقع ہیں اور وہ بھی خیبر کی پہاڑیاں مشہور ہیں۔ خلاصہ مذکورہ یہ ہے۔

"قیامت کے قریب سلطان روم اور ایک عیسائی بادشاہ میں لڑائی ہوگی۔ اس لڑائی میں سلطان روم کو دو عیسائی بادشاہ مدد دیں گے۔ (جس طرح پر کریمیا کی لڑائی میں سلطان روم کو مدد

Marfat.com

دی گئی تھی) چنانچہ وہ لڑائی شام کے میدان میں ایک مدت تک ہوتی رہیگی۔ اور اثنا جنگ میں کبھی کسی کو اور کبھی کسی کو فتحیابی ہوگی۔ مگر انجام کار عیسائی بادشاہوں کی معاونت سے سلطان روم کو فتح نصیب ہوگا۔ اس کے بعد سلطان روم اور ان عیسائی بادشاہوں میں اس بات پر تنازع ہوگا کہ یہ فتح مجھ کو ہوئی ہے اور وہ کہیں گے کہ نہیں یہ فتح ہم کو ہوئی ہے۔ اور انجام اس نزاع کا یہ ہوگا کہ یہ دونوں عیسائی بادشاہ جو سلطان روم کے رفیق بنینگے۔ اس بادشاہ کے موافق ہوکر جو سلطان روم کا [illegible] ہوگا۔ پھر سلطان روم کو شکست دیں گے اور سلطنت [illegible] کر کے اپنی حکومت خیبر کی ان پہاڑیوں تک پھیلا دیں گے [illegible] منورہ کے قریب واقع ہیں۔ پس جب نوبت یہاں تک [illegible] مسلمان یہ سمجھ کر امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کریں [illegible] کے ظہور کا زمانہ آگیا ہے اور امام مہدی علیہ السلام [illegible] مدینہ منورہ میں ہوں گے [illegible] وہاں سے [illegible] لے جائیں گے۔ اور مکہ معظمہ [illegible] ان [illegible] اور چند روز بعد [illegible] علیہ السلام [illegible]

کو شکست دینگے اور مسلمانوں کی حکومت تمام دنیا میں قائم کریں گے
اسی عرصہ میں دجال نابکار پیدا ہوگا۔ اور مسجد دمشق میں اس دجال
کے ہلاک کرنے کے واسطے حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نزول
فرماویں گے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت امام مہدی
علیہ السلام مل کر دجال کو ہلاک فرماویں گے۔ اس کے بعد
چند اور ایسے ہی امور ظہور میں آویں گے۔ اور پھر ہنگامہ قیامت
برپا ہوگا" پس خیبر کی پہاڑیوں کا تو یہ حال ہے۔ جو میں نے
بیان کیا۔ اور اس کتاب کی نسبت میری رائے یہ ہے۔ کہ
اس کے اکثر مضامین مسلمانوں کے اعتقاد میں ایک روایت
کا حکم رکھتے ہیں۔ اور بڑے بڑے علماء و فضلاء بھی اس کو
کچھ قطعی حکم نہیں سمجھتے اور میرا عقیدہ بھی اس کی نسبت ایسا
ہی ہے۔

جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب
میں کیا ہے۔ ان میں سے ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے۔
چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی
کے رسالہ (جلد ۱۳ سنہ ۱۸۵۲ء) میں چھپا تھا مگر اس کتاب
کو وہابیت یا جہاد سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اس امر کی تصدیق

Marfat.com

اُس کے انگریزی ترجمہ کو پڑھ کر ہر ایک انگریز کہہ سکتا ہے۔
آٹھویں کتاب ایک تذکرہ ہے مگر میں نے نہ اس کتاب کا نام سنا اور نہ مجھے کو یہ معلوم ہوا۔ کہ اس نام کی کوئی کتاب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی نے تصنیف کی تھی۔ البتہ اُس کے نام سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کہ اُس میں کچھ نصیحت آمیز باتیں لکھی ہوں گی۔

نویں کتاب نصیحت المسلمین ہے۔ اور اس میں پانچ باب ہیں۔ پہلے باب میں تو بُت پرستی کا حال لکھا ہے۔ دوسرے باب میں اس فعل کی مذمت لکھی ہے۔ تیسرے باب میں یہ لکھا ہے۔ کہ کسی مخلوق کو مثل خدا کے سمجھنا بُت پرستی میں داخل ہے۔ چوتھے باب میں مشرق کے مسلمانوں کے شرک آمیز طریقوں کا ذکر ہے۔ پانچویں باب میں اُس عذاب کا ذکر ہے۔ جس کے بُت پرست عاقبت میں مستحق ہوں گے۔ مگر اس تمام کتاب میں میری نظر سے ایک فقرہ بھی ایسا نہیں گذرا جس سے یہ بات ترشح ہوتی ہو کہ اُس میں گورنمنٹ پر جہاد کرنے کی ترغیب ہے۔

دسویں کتاب ہدایت المؤمنین ہے۔ اس نام کی جس کتاب کو میں جانتا ہوں۔ وہ صرف تعزیہ داری کے ذکر میں ہے۔

گیارھویں کتاب عربی زبان کی تنویر العینین ہے۔ جو کسی زمانہ میں معہ اردو ترجمہ کے کلکتہ میں چھپی تھی۔ اس کتاب میں کہیں جہاد کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں صرف اس امر کا بیان ہے۔ کہ مسلمانوں کو نماز میں رفع یدین کا کرنا چاہیئے چنانچہ پورا نام اس کتاب کا تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں۔ "روشنی آنکھوں کی رفع یدین کے ثبوت میں" لیکن بڑا تعجب یہ ہے۔ کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اس کتاب کو جہاد سے کیوں منسوب کیا ہے۔

بارھویں کتاب ہے جس کو شاہ سعید احمدؒ اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے پیدا ہونے سے بہت پہلے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے دادا نے (جنہوں نے ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء میں وفات پائی) تصنیف کیا تھا۔ احکام تقلید اور اجتہاد میں ہے۔ اس کتاب میں بھی جہاد کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اس میں صرف اس بات کا بیان ہے۔ کہ آیا انسان کو اپنے دینیات میں اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لینا چاہیئے۔ یا پہلے لوگوں کی تقلید کرنی چاہیئے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید اس عالم ڈاکٹر نے لفظ اجتہاد اور جہاد کو ایک معنی میں سمجھا ہے جس

Marfat.com

کے سبب سے اُن کو یہ غلطی ہوئی ہے۔

تیرھویں کتاب تنبیہ الغافلین ہے یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اردو کا جس کو شاہ سعید احمد صاحب نے اپنے پیروؤں اور اور مسلمانوں کی ہدایت کے واسطے لکھا تھا۔ اس کتاب کے دیباچہ میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ہے۔ اور اس بات کی ہدایت ہے۔ کہ دنیا محض ایک ناپائدار شے ہے۔ اس کا لالچ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ اور باقی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں پر یہ بات فرض ہے۔ کہ وہ کسی مخلوق کو معبود نہ سمجھیں۔ مگر اس میں جہاد سے کچھ بحث [illegible]

چودھویں کتاب اربعین ہے۔ گو یہ اربعین ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی مثل ہم اور بہت سی کتابیں دیکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ [illegible] ان چالیس حدیثوں کا نام ہے۔ جو آنحضرت کے کلام میں سے [illegible] کی گئی ہیں [illegible] آج تک ایسی نے کوئی چہل حدیث ایسی [illegible] جس کو کسی وہابی مولوی نے تالیف کیا [illegible] میں جہاد کی [illegible]

اب میں وہابیوں کی اس تحریر [illegible] کرتا ہوں جو [illegible] سے مسلمانوں کے ہجرت کے باب میں [illegible] جس کا [illegible] ہنٹر صاحب کی [illegible] نے اس [illegible]

Marfat.com

ر دوسرے حصہ کو جامع التفاسیر سے (اور کلکتہ ریویو کے صفحہ
۹۳ میں وہ دوسرا حصہ بھی موجود ہے) مگر اس اول حصہ میں جو
فقرہ صاحب راقم کلکتہ ریویو نے سب سے پہلے لکھا ہے ہم کو اس
کی سند نہیں معلوم ہوئی کہ وہ کس کتاب سے لکھا ہے وعلیٰ ہذا القیاس
جو حصہ جامع التفاسیر سے نقل ہوا ہے۔ وہ بھی تصرف سے خالی نہیں
معلوم ہوتا۔ کیونکہ جو ترجمہ مصنف جامع التفاسیر نے قرآن کی اس آیت
کا کیا ہے "قل یا عبادی الذین آمنوا اتقوا ربکم للذین
احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ وارض اللہ واسعۃ
انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" وہ تو صرف یہ ہے
(کہہ دو تم اے پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندوں
سے کہہ اے بندو ڈرو تم اپنے رب سے اور جان لو تم اس بات کو
کہ جو لوگ دنیا میں نیکوکار ہیں۔ ان کیلئے عقبیٰ میں بھی عیش
ہے اور خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ جو لوگ تکلیف واذیت
پر صبر کرتے ہیں ان کو خدا تعالےٰ پورا اجر دیتا ہے) اور اس
ترجمہ میں صاحب جامع التفاسیر نے اور مفسرین کی رائے سے
... اس فقرہ کے شانِ نزول میں "خدا کی زمین وسیع
... ہے کہ ... حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں

Marfat.com

یعنی مسلمانوں کو ابتدائے اسلام میں اہلِ مکہ سے اذیت پہنچی تو آن حضرتؐ نے اُن مسلمانوں سے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ تم والیٔ حبش کی حکومت میں چلے جاؤ۔ حالانکہ اس زمانہ میں حبش کا حاکم ایک عیسائی تھا۔ چنانچہ خدا کے اس کلام میں آن حضرت کے اس حکم کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی کتاب میں وہابیوں کی تحریر مذکور کے ایک اور فقرہ کا ترجمہ درج ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے جو اس ترجمہ میں گلا گھونٹنے کا ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے صحیح ترجمہ اُس کا صرف یہ ہے کہ

"اگر ہم سچی بات کہیں تو وہابیت کے مخالف مسلمان ہی ہماری زبان پکڑ لیں گے۔"

علاوہ ازیں اس کے مصنّف نے خدا سے یہ دعا مانگی ہے کہ جیسے میرے استاد حضرت مولوی اسحاقؒ صاحب کو مکہ معظمہ کی مٹی نصیب ہوئی اسی طرح مجھ کو بھی مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی خاک نصیب ہو پس جو شخص اس مضمون کو پڑھیگا۔ اُس کو یہ بات ضرور معلوم ہو گی کہ اپنے مذہب کا پکا اور اپنے دین کا متدین آدمی ہمیشہ ایسی ہی آرزوئیں کیا کرتا ہے۔ اور حتی الامکان اعدا کو بھی دین کی ہدایت

Marfat.com

کرتا رہتا ہے۔ اب ہم راقم کلکتہ ریویو کے اس فقرہ کو بھی نقل کرتے ہیں جس کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے کسی مصلحت سے چھوڑ دیا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے۔ کہ

"ہجرت کا مسئلہ کچھ خاص اسلام ہی سے متعلق نہیں ہے بلکہ عیسائی مذہب میں بھی اس کا وجود ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں مشتاقانِ زیارت کا اور عیسوی مذہب میں رومن کیتھلک کے پیرؤوں کا اور ان لوگوں کا جو یورشلیم میں مرنے کو ثواب کی بات جانتے تھے۔ ایک سا ہی مطلب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ سب لوگ اس بات کے دل سے خواہاں ہوتے ہیں۔ کہ ہماری زندگی کے آخری ایام کسی ایسی بزرگ اور مقدس جگہ میں بسر ہوں۔ جہاں ہم عصیاں کاری سے محفوظ رہیں"

پس اگر ہندوستان سے ہجرت کرنے کے مسئلہ کی کچھ اصل تھی۔ تو جن مسلمان لوگوں کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے مفسدہ پرداز اور گورنمنٹ کے حق میں ایک خطرناک چیز بیان کیا ہے۔ وہ یہاں [illegible] ٹھہرتے [illegible] سے مکہ ہی کو نہ جاتے۔

[illegible] ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۔۵ میں

وہابی مسلمانوں کے جن چار فرقوں کا ذکر کیا ہے۔ اب ہم اُن میں سے تیسرے فرقہ یعنی مولویوں کا ذکر کرتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کے دو فقروں کو بھی اس غرض سے نقل کرتے ہیں کہ ناظرینِ مضمون ان کو پڑھ کر ذرا ڈاکٹر صاحب کی رائے کی وقعت کا اندازہ کریں وہ فقرے یہ ہیں۔

"میں نہایت افسوس کروں گا اگر کوئی شخص یہ خیال کریگا کہ مَیں نے لفظ وہابی کو مفسد کے معنی میں لکھا ہے ہندوستان میں حکومت انگریزی کی گویا یہ بدنصیبی ہے کہ اگر مسلمانوں کی تہذیب کا ارادہ کیا جاوے۔ تو یہاں کے مسلمان کافر فتحمندوں کے دشمن بن جاوینگے اور جہاں کہیں مسلمان اپنے مذہبی مسائل کو ازسرِنو تازہ کرنا چاہتے ہیں وہاں کے حکام سے ضرور بغاوت کرتے ہیں"

مگر کیسے افسوس کی بات ہے کہ ابھی وہ یہ کہہ چکے ہیں کہ وہابیت سے مفسدہ پردازی میری مراد نہیں ہے۔ اور ابھی وہ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو بغاوت لازم ہے۔ اس لحاظ سے وہ صرف پانچ صفحوں میں بھی اپنی رائے کو ایک طرح پر نہیں رکھ سکے

Marfat.com

سب سے بڑھ کر یہ بات ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریر میں مذہب اسلام کو موردِ الزام بنایا ہے۔ جس کو میرے ثبوت نے بالکل حل کر دیا ہے مگر صاحب موصوف کی طبیعت میں وہابیوں کی سازش ورجہاد کا خیال ایسا سمایا ہوا ہے۔ کہ علی العموم جو بات مذہب اسلام کی ہوتی ہے وہ اُس کو لوٹ پھیر کر اپنے ہی کلام اور مطلب کا موئد بنا لیتے ہیں اور گو میری یہ رائے ہے کہ جس مسئلہ کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اس پچھلے فقرہ میں بیان کیا ہے اس کو کسی طرح وہابیت سے علاقہ نہیں ہے۔ لیکن تاہم میں اس بات کو بلاشبہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ بعض وہابی ایسے متعصب ہوتے ہیں۔ کہ وہ صرف کافروں ہی کو نہیں بلکہ اُن مسلمانوں کو بھی ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں جو اُن کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور خود وہ اہلِ سنت و جماعت مسلمان بھی وہابی نہیں ہیں۔ وہابیوں کے نزدیک بُرے خیال کئے جاتے ہیں حالانکہ وہابی خود بھی اہلِ سنت کہلاتے ہیں۔ چنانچہ متعصب وہابی ایسے لوگوں سے ملنے جلنے یا اُن سے محبت رکھنے اور اُن کے رنج و راحت میں شریک ہونے بلکہ اُن کے ساتھ نماز پڑھنے تک کو بُرا جانتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ایسے متعصب وہابی منافق لوگ ہیں اور اُن کی رائیں سراسر غلطی پر مبنی ہیں اور اُن کے ایسے قول و

فعل خاص اُن کی ہی ذات سے علاقہ رکھتے ہیں۔ کچھ وہابیت کے اصول نہیں ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو اس بات کی خبر نہیں ہے کہ جیسے بعض وہابی متعصب ہیں ایسے ہی بہت سے پکے وہابی اور وہابیوں کے علاوہ اور مسلمان جو وہابیت کی جانب میلان خاطر رکھتے ہیں ایسے بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ کہ جس طرح اپنے وہابیت کے خالص عقیدہ کو خداوند تعالی کے ساتھ پاک و صاف رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ اس بات کو بھی اپنی بھلائی کا باعث جانتے ہیں۔ کہ ہمارے اس خالص عقیدہ کا اثر ہمارے ہمجنسوں کی نسبت بھی ایسا ہی ہو اور دنیا میں سب لوگ خلوص و اتحاد سے رہیں۔ اور جس طرح سے وہ اپنے عقیدہ کو خدا کی رحمت کا سبب جانتے ہیں اسی طرح وہ اُس کو دنیا میں بھی باہمی رحمت و محبت کا منشاء خیال کرتے ہیں پس میری دانست میں جو لوگ ایسے ہیں اُن کے اتباع بھی اور لوگوں کو [illegible] ہوگا۔ [illegible] جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر تھوڑے سے وہابی [illegible] بہت سے نیک نیت اور صاف دل بھی موجود [illegible] میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا یہ قول کسی طرح [illegible] علی العموم مسلمانوں [illegible] مذہب [illegible]

مسلمانوں کے دل میں کافر محمدوں کی طرف سے بغض و عداوت پیدا کرے۔ میں دل سے یقین کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی مذہبی تکمیل سے اور اپنی گورنمنٹ کے ساتھ خیر خواہی کرنے سے گویا ایک ہی معنی ہیں۔ ۸۰ صفحہ میں جہاں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے وہابیوں کی چوتھی جماعت کا ذکر کیا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ ہر ضلع میں باغیوں کی ایک جماعت اس غرض سے موجود ہے۔ کہ روپیہ اور آدمی جمع کرے اور اُس کو جہاد کے صرف کے واسطے مہیا رکھے۔ چنانچہ اُن کے جس فقرہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ اُس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اُس نے ہر ایک گھر کے سرپرست کو یہ حکم دیا۔ کہ وہ ہر شخص کی خوراک میں سے ایک مٹھی خدا کے نام کی بھی نکال لیا کرے۔"

مگر میری دانست میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے یہ ایک ایسے فرضی لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ جن سے بڑھ کر آج تک دنیا میں کوئی قوم شائستہ اور ہمدرد نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہندوستانی لوگ تو مدت مدید سے استقلال مزاج اور دور اندیشی اور اتفاق اور خاموشی اور رازداری اور عوام کی طبیعتوں پر حاوی ہونے کے طریقوں کو بھول گئے ہیں۔ اور جب تک یہ سب باتیں کسی قوم میں نہوں۔ اُس وقت تک جیسی

Marfat.com

سازش کا خیال ڈاکٹر صاحب ہندوستان کے وہابیوں کی نسبت کرتے ہیں ایک ہفتہ کبھی قائم نہیں رہ سکتی اور ہندوستان تو کیا یہ وہ صفتیں ہیں کہ یونان اور روم کی نامی ہمدرد قوموں میں بھی نہیں ہوئیں۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اس خیال کی اصل صرف اس قدر ہے۔ کہ کسی زمانہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے ایک اتفاق ہوا تھا اور اُس سے گورنمنٹ بھی واقف تھی مگر اُس کو بغاوت سے کچھ سروکار نہ تھا۔ گورنمنٹ کے ساتھ بغاوت کرنے کا تو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے ہی طومار باندھا ہے۔ مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ انگریزوں کی ذی ہوش اور حق پسند قوم نے اپنی دانائی کے سبب سے اُن کی تحریر پر کچھ التفات نہیں کیا۔ دوسرے باب کے اخیر میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے ان سرکاری تحقیقاتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو وہابیوں کی سازش کے باب میں کی گئیں۔ مگر میں اُن تحقیقاتوں کے نتیجہ کی نسبت اس سبب سے کچھ رائے نہیں دیتا۔ کہ آئندہ خود وہ زمانہ ہی آجاویگا۔ جس میں ان تحقیقاتوں کی حقیقت کھل جاویگی مجھ کو اس وقت اُن کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

تیسرے باب کے شروع میں ہم کو بجز اس کے اور کوئی نہیں

معلوم ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی علمی لیاقت کو ظاہر کیا ہے اور عبارت آرائی کے ساتھ پیچیدہ بیان میں مطلب کو دقیق کر دیا ہے۔ حالانکہ جس صاف اور سیدھی بات کو انہوں نے اس قدر پیچیدگی کے ساتھ بیان کیا ہے وہ دراصل ایسی پیچیدہ نہیں ہے اس کے بعد انہوں نے چند ایسے فقروں کا ذکر کیا ہے جو گذشتہ سنوں میں ملکہ معظمہ پر جہاد کرنے کی بابت ہوئے تھے اور جو مطلب ڈاکٹر کے ان فتووں کا ہے اُس کو صاحب نے اپنی معمولی عادت سے مطابق ایک خیالی اور فرضی طور سے بیان کیا ہے۔ اگرچہ کہ اس بارہ میں مسلمانوں کے ایسے فعل کا سبب میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں اس لیے دوبارہ کچھ لکھنے کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے شیعہ لوگوں کا کچھ ذکر لکھا ہے۔ اور جو تعریف ان لوگوں کی کی ہے گو وہ بھی مشروط بشرائط ہیں۔ لیکن میں اس طرح سے بھی خوش ہوں کیونکہ میری دانست میں یہی غنیمت ہے کہ اس عالم ڈاکٹر نے مسلمانوں کے ایک فرقہ کی تو تعریف کی۔ چنانچہ میں ان کی اسی قدر مہربانی اور رحم کا شکر گذار ہوں۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنے کمال علمی اور تیزی فہم سے یہ بات ثابت کی ہے کہ ہندوستان اب دارالحرب ہے۔ اور جو رائے ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کی

Marfat.com

نسبت کلکتہ کی اسلامی مجلس نے دی تھی اس کو بہت سے دلائل سے باطل کیا ہے۔ چنانچہ جو دلائل اُس رائے کی ابطال میں اس عالم ڈاکٹر نے بیان کی ہیں اُن سے میں بھی اتفاق کرتا ہوں۔ ولیکن ساتھ ہی اس کے میں یہ بات کہتا ہوں۔ کہ اگر مجلس مذکور نے ہندوستان کا دارالاسلام ہونا اُس کے لغوی معنی کے لحاظ سے ثابت کیا ہے۔ تو مجھ کو اس کی رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ اور اگر اُس نے اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ثابت کیا ہے۔ تو میں اُس کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص یہ خیال کرے کہ کوئی ملک فقط دارالاسلام یا دارالحرب لغوی معنی کے لحاظ سے یا دارالاسلام ہو سکتا ہے یا دارالحرب ہو سکتا ہے اور کوئی حالت متوسط ان دونوں کے درمیان نہیں نکل سکتی۔ تو اس کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ البتہ یہ بات صحیح ہے۔ کہ حقیقی دارالاسلام وہی ملک ہے جس پر دارالحرب صادق نہ آتا ہو۔ اور حقیقی دارالحرب وہ ہے جس پر دارالاسلام صادق [illegible]۔ مگر ایک صورت سے بعض ملک ایسے ہیں۔ جو ایک اعتبار سے دارالاسلام اور ایک اعتبار سے دارالحرب بھی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان بھی آج کل ایسا ہی ملک ہے جہاد کے باب میں میرا [illegible] جو رسالہ نمبر ۱ مطبوعہ [illegible] میں مقالہ حسن [illegible]

Marfat.com

ہند تھا اور دوسرا اور تیسرا مضمون اخبار پایونیر مطبوعہ چوتھی و چودہویں
اپریل ۱۸۷۱ء میں چھپا تھا اور چوتھا مضمون علیگڈہ انسٹی ٹیوٹ
گزٹ مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۸۷۱ء میں چھپا تھا۔ اور ایک نہایت عمدہ
آرٹیکل ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کی نسبت پایونیر مطبوعہ ۲۳ نومبر
۱۸۷۱ء میں چھپا تھا جس میں جہاد کی بحث کا دریا خاتمہ ہو گیا لیکن
چونکہ ہنوز ڈاکٹر صاحب کی دو ایک صریح غلطیوں کی اصلاح اور باقی
ہے۔ اس سبب سے اب میں اس کی نسبت کچھ گفتگو کرتا ہوں صفحہ ۱۲۸
میں ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"وہابیوں کا اول عقیدہ یہ ہے کہ اب ہندوستان دشمن کا
ملک ہو گیا ہے اور اس سبب سے وہ مسلمان ہندوستان
کے حکام پر جہاد کرنا فرض خیال کرتے ہیں"

اور اسی مطلب کو ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۱۴۰ میں ذرا تیز عبارت کے
ساتھ یوں تعبیر کیا ہے کہ

وہ ہندوستان کے وہابی جن کی مذہبی حرارت اُن کی علمی ہدایت
سے زیادہ ہے یہ سمجھ کر کہ ہندوستان اُن کے نزدیک اب
دشمن کا ملک ہو گیا ہے اپنے حکام پر جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں

پس ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا یہ کل بیان در اصل ایک سخت اور

Marfat.com

نا مزا تہمت اُس قوم کے حق میں ہے جو ہندوستان کے دار الحرب ہونے کے ہی لحاظ سے گورنمنٹ پر جہاد کرنے کو نا جائز سمجھتی ہے چنانچہ اُس نے اسی خیال سے اب تو کیا ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ بھی گورنمنٹ پر جہاد نہیں کیا۔ جس کی برابر آج تک ہندوستان میں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ پس اگر ڈاکٹر ہنٹر اب بھی یہ بات کہیں کہ اُن کا یہ خیال صحیح ہے۔ تو میں اُن سے اس امر کا ثبوت چاہتا ہوں کہ وہابیوں نے ہندوستان کے رہنے والے انگریزوں پر جہاد کرنا کب جائز سمجھا ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مکہ معظمہ کے مولویوں کا کچھ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۲۳ میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

یہ بات اس پر اور بھی دلالت کرتی ہے کہ دو بڑے بڑے فتوؤں یعنی مولوی عبد الحی صاحب کے فتوے اور مکہ معظمہ کے مولویوں کے فتوے میں علی الخصوص اس بات کا ذکر ہے کہ ہندوستان دار الاسلام ہے مگر گو انہوں نے بڑے بچاؤ کے ساتھ اُس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا کہ اس وجہ سے اُن کو جہاد کرنا نا جائز ہے "

اور پھر صفحہ ۱۳۰ میں لکھتے ہیں کہ

"اسی وجہ سے میں مکہ کے (جو تعصب اور مذہبی سرگرمی

Marfat.com

کا گھر ہے) مولویوں کے فتوے کی نسبت جن کا یہ مقولہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے اپنی رائے میں کلکتہ کی اسلامی مجلس کی طرح سے یہ بات ثابت کی ہے کہ جہاد کرنا ناجائز ہے بلکہ اس بات کو انہوں نے اپنے ان ہم مذہبوں کی بلا سے پر چھوڑ دیا ہے جو ہندوستان میں ہیں تاکہ اس سے وہ کوئی اور نتیجہ قائم کر لیں جس کا خلاصہ یہ ہو کہ اس وجہ سے جہاد کرنا فرض ہے"

مگر میری سمجھ میں نہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ اتہام کیوں لگایا ہے اور وہ کس طرح پر صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس سوال میں جو مکہ کے مولویوں سے دریافت کیا گیا تھا۔ ہندوستان میں جہاد کی صحت و عدم صحت کا ذکر نہیں ہے۔ اور جس بات کا سوال میں ذکر نہ ہو اس کو مجیب اپنے جواب میں کیوں کر بیان کر سکتا ہے۔ پس اس لحاظ سے جو امر ڈاکٹر صاحب نے خیال کیا ہے وہ نہایت بے جا اور بالکل بے اصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ

"ہندوستان دارالاسلام سے دارالحرب مخفی طور پر بن گیا ہے"

Marfat.com

اور جو تدبیریں ڈاکٹر صاحب کے قول کے بموجب گورنمنٹ ہند نے ہندوستان کے دار الحرب بنانے کی کی تھیں وہ یہ تھیں کہ اُس نے ہندوستان کے مسلمان صوبوں سے اپنا دامن چھڑایا اور ہندوستان کے سکوں پر انگریزی بادشاہوں کی تصویریں جاری کیں۔ قوانین اسلام کو منسوخ کیا۔ اور سب سے اخیر وقت میں یہ کیا کہ ایکٹ ۱۱ ۱۸۶۴ء کے بموجب عہدہ قضا کو توڑ دیا۔ مگر ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی یہ رائے میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ ہندوستان پلاسی کی لڑائی سے دار الحرب ہوا ہے۔ اس لیے کہ دار الاسلام سے دار الحرب ہونے کے لیے ہر ملک کو یہ بات کافی ہے کہ اُس کے کافر حکام کو اپنی مرضی کے موافق عمل درآمد کا اختیار حاصل ہو جاوے اور اُس کے موافق عمل کرنا دوسری بات ہے۔ مگر میں ایسا جانتا ہوں کہ شاید اس موقع پر شاہ عبدالعزیز صاحب کے اُس فتوے کا خیال ڈاکٹر صاحب کو نہیں رہا۔ جو انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۰ میں نقل کیا ہے اور جس کا ایک فقرہ یہ ہے کہ

جس وقت کفار کو کسی ملک میں اس قدر قدرت حاصل ہو کہ وہ اپنی مرضی کے موافق عمل درآمد کر سکیں اور احکام ... کے قائم رکھنے اور منسوخ ہونے پر قادر ہو جاویں

Marfat.com

ملک باعتبار سیاست کے دار الحرب ہو جاتا ہے"۔

حالانکہ یہ فتوے شاہ عبدالعزیز صاحب نے اُس وقت لکھا تھا جب کہ ان اسباب میں سے ایک سبب بھی ظہور میں نہیں آیا تھا۔ جن کو ڈاکٹر صاحب نے اپنی دانست میں ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا باعث قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کو پچاس برس کے قریب عرصہ بھی گذر گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ایک اور غلطی قابل اس کے ہے کہ لوگ اُس پر توجہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب صفحہ ۱۴۱ میں لکھتے ہیں کہ

"جو مسلمان زیادہ تربیت یافتہ ہیں وہ گو اس امر کو افسوس اور مجبوری کے ساتھ قبول کرتے ہیں ولیکن وہ اس کو بغاوت کا سبب نہیں کہتے بلکہ اپنی مذہبی رسوم کی کمی کا خیال کرتے ہیں"۔

بلکہ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ جو مسلمان بہت بڑے دیندار ہیں وہ ہندوستان میں جمعہ کو بھی فرض نہیں کہتے۔ اور اُن لوگوں میں سے ایک تو مولوی محمد وجیہہ صاحب پروفیسر کالج مسلمانان کلکتہ اور دوسرے قاضی فضل الرحمٰن صاحب کا نام لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں نے اسی سبب سے جمعہ کی نماز ترک کر دی ہے۔ کہ ہندوستان دار الحرب ہو گیا ہے۔ حالانکہ نہایت سچے وہابیوں کے نزدیک جمعہ کے جواز کی شرط

Marfat.com

صرف تین مسلمانوں کی جماعت ہے جس کو وہ ایسی شرط سمجھتے ہیں۔ کہ اگر وہ دارالاسلام میں بھی متحقق نہو۔ تو ان کے نزدیک جمعہ نہیں ہوتا۔ البتہ شافعی المذہب کے لوگ چالیس آدمیوں کی جماعت کو شرط سمجھتے ہیں مگر حنفی المذہب لوگوں کو اس باب میں ایسی احتیاط ہے کہ وہ جمعہ کی فرضیت سے پہلے ان کے تحقق کو ضروری خیال کرتے ہیں اور جن لوگوں کا نام ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے وہ بھی حنفی المذہب ہیں۔ اور ان کے نزدیک جمعہ کی شرائط متحقق نہوتی ہونگی پس اس صورت پر ان لوگوں پر یہ تہمت لگانا کہ وہ ہندوستان کو دارالحرب سمجھ کر نماز نہیں پڑھتے نہایت بڑی غلطی ہے اور ایسی بیجا اور نامناسب تہمت ہے۔

تیسرے باب کے خاتمہ پر ڈاکٹر ہنٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھ کو ہندوستان کے مسلمانوں سے دلی خیرخواہی اور محبت کی ہرگز توقع نہیں ہے۔ بلکہ میں ان کی ذات سے بڑی امید یہ کر سکتا ہوں۔ کہ وہ حکومت انگریزی کے قبول کرنے میں سرد مہری کریں گے۔"

اگر ڈاکٹر صاحب موصوف کو ہم لوگوں کے مسلمان ہونے کے باعث سے اس قدر مایوسی ہے۔ تو میں ان سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ قرآن شریف کی اس آیت کی طرف توجہ فرمادیں۔

"ولتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیہود والذین

Marfat.com

اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصٰرٰی ذلک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لایستکبرون ۰ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اے محمدؐ تم پاؤ گے تمام آدمیوں میں سخت دشمن مومنین کا یہودیوں اور مشرکوں کو اور پاؤ گے تم مومنین کا دوست اُن لوگوں کو جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں اور اُس کا سبب یہ ہے کہ نصاریٰ میں اکثر پادری اور عابد ہیں اور وہ بہت سا گھمنڈ نہیں رکھتے'

یہ مسئلہ مشہور ہے کہ جیسا کوئی کرتا ہے ویسا ہی اُس کو نتیجہ ملتا ہے پس اگر مسلمان بجز سرد مہری کے قوم حکمران کی جانب سے اور کچھ سلوک نہیں دیکھتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب کو مسلمانوں کی سرد مہری پر کچھ متحیر نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم دونوں قوموں یعنی عیسائی اور مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول یاد رکھنا اور اُس پر عمل کرنا چاہیئے کہ

"جس سلوک کے تم اور آدمیوں سے متوقع ہو تم کو بھی اسی طرح پر اُن کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے"

اس باب کے خاتمہ پر ایک حاشیہ میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے مسلمانوں سے مندرجہ ذیل سوال کا جواب دریافت کیا ہے جو اُن کے نزدیک ایک سخت سوال ہے۔

سوال :۔ اے علماء و محققانِ شرع اسلام تمہاری اس معاملہ

میں کیا رائے ہے کہ اگر کوئی مسلمان بادشاہ ہندوستان پر ایسے وقت میں حملہ کرے جبکہ وہ انگریزوں کے قبضہ میں ہو تو اس ملک کے مسلمانوں کو انگریزوں کی امان ترک کرنی اور اس غنیم کی مدد دینی جائز ہے یا نہیں۔

اس سوال کے جواب سے پیشتر میں چند فقرے جہاد کے متعلق نقل کرتا ہوں اور میں یقین کرتا ہوں کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے حسب دلخواہ میں سوال کا جواب دوں گا۔ اور جواب دینے سے پیشتر ان کا بیان کرنا میرے نزدیک مناسب بھی ہے۔ اور وہ فقرے یہ ہیں۔

"مذہب اسلام میں نہایت عمدہ اور ثواب کا کام ایک خدا کے وجود پاک اور توحید کا اقرار کرنا اور عموماً سب لوگوں کو اس کی ہدایت کرنا ہے لیکن چونکہ یہ توقع نہیں تھی کہ کفار نے ملکوں میں ان مسلمانوں کو جو لوگوں کو نصیحت ہدایت کرنا اور وعظ کے ذریعہ سے ترغیب دینا اور علانیہ ایک خدا کی پرستش کرنا چاہیں کافی امن و امان حاصل ہو لہٰذا اسلام کی فضیلت قائم کرنے اور مسلمانوں کے واسطے امن و آسائش [illegible] کرنے کے واسطے جو اپنے مذہب کے [illegible] مسائل کی نسبت [illegible] ان ملکوں میں امن کے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ فوراً [illegible] کی گئی تاکہ ان لوگوں کی [illegible] اور طرح طریق غیر معتقد [illegible] نظیر کے ہوں [illegible]

اور ایک سچے خدا کی پرستش کی وعظ کہیں۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ سے حاصل ہو سکتا تھا۔ اول برضا و رغبت لوگوں کے مذہب اسلام قبول کرنے سے۔ دوم اس باہمی اتفاق کے ساتھ جو دشمنوں پر حملہ کرنے اور اپنی حفاظت کی غرض سے کیا جاوے امن و امان کے قائم رکھنے سے۔ سوم تلوار کے زور سے اور جس وقت یہ مقصد حاصل ہو جاتا تھا۔ تو فوراً تلوار روک لی جاتی تھی۔ اور اگر پچھلے دو طریقوں میں سے کسی طریقہ میں امن و امان قائم ہو جاتا تھا تو فریقین کو رعایا یا ایک دوسرے کی مذہبی رسوم میں دست اندازی کرنے کا کچھ اختیار حاصل نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ہر ایک شخص کو یہ اختیار حاصل ہوتا تھا کہ بلا مزاحمت اپنی تمام مذہبی رسوم کو ادا کرے۔"

(خطبات احمدیہ صفحہ ۳۰)

پس ان فقروں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جس وقت تک مسلمان کامل امن و امان سے ساتھ خدا کی وحدانیت کا وعظ کہہ سکیں۔ اس وقت تک کسی مسلمان کے نزدیک اپنے مذہب کی رو سے اس ملک کے بادشاہوں پر جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ کسی قوم کے کیوں نہ ہوں۔ قرآن شریف کے بعد وہابیوں کی معتبر کتابیں بخاری اور مسلم ہیں اور ان دونوں میں یہ لکھا ہے۔ کہ جس وقت ہمارے رسول

Marfat.com

خدا حضرت محمد صلعم نے کسی کافر قوم پر جہاد کرنے کے واسطے [illegible]ج
فرمایا۔ تو آں حضرتؐ نے شام تک لڑائی ملتوی فرمائی تاکہ یہ بات معلوم
ہو جاوے کہ قرب وجوار کے ملک میں اذان ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اگر کبھی
یہ بات معلوم ہو جاتی تھی۔ کہ وہاں اذان ہوتی ہے۔ تو آں حضرت ہرگز
اُس کے باشندوں سے نہیں لڑتے تھے۔" پس ان حضرات کا اس سے
یہ مقصد تھا کہ اذان کے سننے سے وہ یہ بات دریافت کر سکیں کہ اُس
جگہ کے مسلمان اپنے مذہبی فرائض کو بلا مزاحمت کسی کے ادا کر سکتے ہیں
یا نہیں۔ اور اب ہم مسلمان ہندوستان میں بھی اس طرح پر رہتے ہیں
کہ مذہبی معاملہ میں ہم کو ہر ایک قسم کی آزادی حاصل ہے اپنے مذہبی
فرائض کو بے کھٹکے ادا کرتے ہیں۔ جس قدر بلند آواز سے چاہیں اذان دیتے
ہیں اور شوارع عامہ میں بخوبی آزادی کے ساتھ اس طرح سے وعظ کہہ
سکتے ہیں۔ جیسے کہ عیسائی پادری کہتے ہیں اور بلا خوف وخطر ان الزامات
کا جواب لکھتے ہیں۔ جو عیسائی پادری مذہب اسلام پر لگاتے ہیں بلکہ
مذہب عیسوی کے برخلاف ہم کتابیں بھی چھاپتے ہیں۔ اور عیسائیوں کو
کو بلا کسی اندیشہ یا مزاحمت کے مسلمان بھی کر لیتے ہیں۔

پس میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے سوال کا یہ جواب دیتا ہوں۔ کہ
انگریزوں کی رعایا سے علیحدہ ہونا اور غنیم کو مدد دینا کسی حالت میں [illegible]

Marfat.com

مسلمان کا مذہبی فرض نہیں ہے۔ اور اگر وہ ایسا کریں۔ تو گنہگار خیال کیے جاویں گے۔ کیونکہ اُن کا یہ فعل اُس پاک معاہدہ کا توڑنا ہوگا۔ جو رعایا اور حکام کے درمیان ہے اور جس کی پابندی مرنے دم تک کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ البتہ میں یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ اگر آئندہ کوئی مسلمان یا اور بادشاہ ہندوستان پر حملہ کرے۔ تو اُس صورت میں باعتبار عمل درآمد کے ٹھیک ٹھیک مسلمان کیا کریں گے۔ کیونکہ وہ شخص حقیقت میں نہایت دلیر ہے جو اپنے دلی دوستوں اور رشتہ داروں کے سوائے عام شخصوں کی طرف سے بھی کچھ جواب دے۔ بلکہ میری دانست میں تو شاید رشتہ داروں اور دوستوں کی طرف سے بھی کچھ جواب دینا مشکل ہے۔ چنانچہ جو ملکی لڑائیاں انگلستان میں ہوئی ہیں اُن میں باپ بیٹوں سے اور بھائی بھائی سے لڑے تھے۔ پس کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ کسی بڑے ملکی ہنگامہ میں کل قوم کا کیا حال ہوگا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ایسی صورت میں جو کچھ مسلمانوں کو اپنی ملکی حالت کے لحاظ سے مصلحت معلوم ہوگی۔ اُس پر وہ عمل کریں گے۔ خواہ وہ حالت ان کے موافق ہو یا نہو۔

میری دانست میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا یہ سخت سوال ہندوؤں سے بھی اسی طرح متعلق ہوسکتا ہے جیساکہ مسلمانوں سے۔ پس اس

لحاظ سے دونوں قوموں سے اُس کا دریافت کرنا ضرور ہے۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے چوتھے باب میں بھی گو ایک نہایت دلچسپ معاملہ کا ذکر ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اُس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جو دراصل مسلمانوں یا گورنمنٹ ہند کے حق میں کچھ کار آمد ہو۔ اس سبب سے میں صرف چند...... امور کی نسبت رائے دیتا ہوں جن کا ذکر ڈاکٹر صاحب موصوف نے کیا ہے۔ صفحہ ۱۴۴ میں ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

"جو اختیارات گرفتاری کے باب میں کے ..... قانونی کونسل نے حکام کارپرداز کو عطا کئے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے گورنمنٹ اس خرابی کا بخوبی بندوبست کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں سرغنہ لوگ حراست میں رہیں گے اور اُن کو اپنے مذہب کے معاملات میں پھر کسی طرح کا فخر حاصل نہ ہوگا۔ اور جن شخصوں کو عدالت سے حبس دوام کا حکم ہوتا ہے اُن کے ساتھ گورنمنٹ کچھ نرمی سے پیش آتی ہے۔ مگر چند عرصہ کے بعد وہابیت کے معتقد ہو کر مسلمانوں میں لوٹا دیئے جاتے ہیں۔"

مگر افسوس ہے۔ کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب بڑے اصلی اور بڑے بڑے ملے کی

Marfat.com

اصول سے ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ جس قدر کسی قوم کو اُس کے مذہب کی وجہ سے زیادہ اذیت دی جاتی ہے۔ اُسی قدر اس قوم کے آدمی اُس کی زیادہ پابندی کرتے ہیں۔ دیکھو اگر ابتدا میں عیسائیوں کو زیادہ ایذا نہ پہنچتی تو مذہب عیسوی ہرگز اس قدر عروج کو نہ پہنچتا جو آج کل اس کو حاصل ہے۔ وعلیٰ ہذا اگر مکہ معظمہ میں مسلمانوں کو اذیت نہ ہوتی تو وہ ہرگز اُن لاکھوں آدمیوں کا مذہب نہ ہوتا۔ جو آج کل حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم کے پیرو ہیں۔ پس ڈاکٹر صاحب کا یہ قول کہ جو مسلمان ایک مرتبہ جلاوطن کیے جاتے ہیں۔ وہ جلاوطنی سے واپس آنے کے بعد وہابیت کے زیادہ معتقد ہوتے ہیں یقیناً غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ جو شخص اصل میں مجرم ہوں۔ صرف اُنہیں کو سزا دینی گورنمنٹ کے حق میں مفید ہے۔ اور اصول سیاست کے موافق ان شخصوں کو سزا دینی جو بے گناہ خیال کیے جاتے ہیں۔ ایک سخت غلطی ہے۔ اور جس قدر گورنمنٹ سے اس معاملہ میں چوک ہو گئی۔ اُسی قدر اس کے مخالفوں کو زیادہ ہمت حاصل ہو گئی بیجا سزا دینے سے صرف مفسدوں کی ہی طبعیتیں برگشتہ اور افروختہ نہیں ہوتیں بلکہ جو شخص گورنمنٹ کے سچے خیرخواہ ہوتے ہیں وہ بھی اُس کے باعث سے آزردہ ہو جاتے ہیں اور اُن

کی خلوص آمیز خیرخواہی بہت کم ہو جاتی ہے۔ صفحہ ۱۴۵ میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس بات سے کان بند کر لینے میں کچھ فائدہ نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ہمارے ذمہ بہت سے ایسے الزام لگاتے ہیں۔ جن سے بڑھ کر آج تک کبھی کسی گورنمنٹ کے ذمہ قائم نہیں کیئے گئے۔ وہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم نے اُن کے مولویوں کی معاش اور عزت کا راستہ بند کر دیا ہے۔ کیونکہ ہم نے ایک ایسا طریقہ تعلیم جاری کیا ہے۔ جس کے باعث سے تمام قوم کو معاش کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا۔ اور وہ بالکل مفلس ہو گئی اُن کے قاضیوں کے موقوف کرنے سے جو نکاح وغیرہ کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ہزار ہا آدمیوں کو مصیبت و خرابی میں ڈال دیا ہے۔ اور وہ ہمارے ذمہ یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ہم نے اُن کو اُن کے مذہبی فرائض ادا کرنے کے ذریعوں سے محروم کر کے اُن کی جان کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ہمارے ذمہ یہ تہمت ہے کہ ہم نے دیدہ و دانستہ اُن کے مذہبی اوقاف میں خیانت

Marfat.com

کے جو روپیہ اُن کے مذہبی اخراجات کے واسطے جمع
ہوتا تھا۔ اُس میں دست اندازی کی ہے"۔

پس یہ بات تو کچھ تعجب کی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض لوگ گورنمنٹ پر اس قسم کا الزام لگاویں۔ کیونکہ تعلیم یافتہ اور دانشمند مسلمان اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ وہ ایک غیر گورنمنٹ سے یہ توقع نہیں کر سکتے ہیں۔ کہ وہ اُن کے دستوروں اور اُن کے طریقہ تعلیم کا ایسا ہی لحاظ کریگی جیسا کہ خاص اُن کے ہم مذہب بادشاہوں کے عہد میں ہوتا تھا۔ ہم کو یاد کرنا چاہیئے کہ جب ملک ہسپانیہ پر ہم مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اور جب کہ ہم نے ہندوستان کو سب سے اول فتح کیا تھا۔ تو اُس زمانہ میں ہمارا کیا طریقہ تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں ہسپانیہ کے باشندے اور ہندو اُن تمام قانونوں کا ایک حصہ حاصل کرنے سے بھی بہت خوش ہوتے جو ہم کو معہ ہندوؤں کے آج کل ہندوستان کے حاکموں کی حکومت میں حاصل ہوتے ہیں۔ البتہ قاضیوں کے عہدے کا موقوف کرنا جو عقد نکاح کی اطلاع کو مذہب کی رو سے تحریر کیا کرتے تھے۔ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے البتہ ایک سخت غلطی تھی۔ مگر اس کے باعث سے ہمارے مذہب میں کچھ خلل واقع نہیں ہوا۔ کیونکہ بعض شخصوں کی یہ رائے ہے۔ کہ مذہب اسلام

Marfat.com

کے بموجب عورت اور مرد کے درمیان نکاح ایک معاہدہ ازدواج کا حیات کے واسطے ہوتا ہے۔ جس کے لئے بعض عورتوں میں صرف دو گواہوں کی ہی موجودگی کافی ہے۔ کچھ قاضی یا مولوی کی موجودگی ضرور نہیں ہے۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب شاید اس بات سے واقف نہیں ہیں۔ کہ ہندوستان کے قاضی بالکل ناخواندہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اُن کی بہت کم توقیر کرتے تھے اگر ہماری گورنمنٹ ہمارے مذہبی اوقاف کو بیجا طور سے صرف کرتی ہے اور جو روپیہ ہماری تعلیم کے واسطے جمع کیا جاتا تھا۔ اُس میں تصرف کرتی ہے۔ تو ہمارے حق میں یہ بات نہایت اچھی ہے کہ قانون کی رو سے ہم کو خاص اُس کی عدالتوں میں اُس پر دعوے کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ہم ہمیشہ ایسا کر سکتے ہیں۔

صفحہ ۱۷۵ میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب بیان فرماتے ہیں کہ۔

"مسلمان لوگ ہمارے ذمہ یہ تہمت لگاتے ہیں۔ کہ ہم نے اُن کو اُن کے مذہبی فرائض کے ادا کرنے کے وسیلوں سے محروم کر کے اُن کی جانوں کو خطرہ میں ڈال دیا ہے"

میری سمجھ میں ڈاکٹر صاحب کا مطلب نہیں آیا۔ کیونکہ اگر اُن کی غرض صرف یہ ہے کہ گورنمنٹ نے مسلمانوں کے تیوہاروں کی تعطیلیں

Marfat.com

میں دست اندازی کی ہے جیسا کہ انہوں نے صفحہ ۱۷۸ و ۱۸۸ میں بیان کیا ہے۔ تو میں اُن سے اتفاق نہیں کرتا۔ کیونکہ ہندوستان میں کسی جگہ مسلمانوں کو اس قسم کے تیوہاروں کی ممانعت نہیں ہے۔

بعد اس کے ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اُن سببوں کی تفصیل کی ہے۔ جن کے باعث سے مسلمان لوگ فی زمانہ مفلس ہو گئے ہیں۔ اور گورنمنٹ کے ذمہ یہ الزام لگایا ہے۔ کہ اُس نے اپنی رعایا میں سے اس فرقہ کی تعلیم و تربیت کی جانب سے غفلت اختیار کر لی ہے۔ مگر میں اپنے نزدیک گورنمنٹ کو کچھ اس کا ذمہ وار خیال نہیں کرتا۔ صفحہ ۱۷۴ میں ڈاکٹر صاحب موصوف بیان فرماتے ہیں کہ

"مسلمان سرکاری طریقہ تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھاتے کیونکہ ہمارا طریقہ تعلیم مسلمانوں کے خیالات کے برخلاف اور اُن کے ضرورتوں کے ناموافق اور اُن کے مذہب میں ناپسندیدہ ہے حالانکہ ایسی تعلیم سے ہندو صدہا برس کی خواب غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں اور اس کے سبب سے عام لوگوں کی طبیعتوں میں ایسے ایسے عالی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ جو ایک عمدہ قوم میں ہوا کرتے ہیں۔"

پس میری رائے میں ڈاکٹر صاحب کا یہ قول بلا شبہ بہت صحیح ہے

Marfat.com

جس کے پچھلے فقرہ سے میں اتفاق کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سرکاری طریقہ تعلیم مسلمانوں کے مذہب کے بالکل خلاف ہے اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب اس بات کو اُن کی ناراضی اور گورنمنٹ کی بدخواہی سے جو منسوب کرتے ہیں۔ تو یہ صرف اُنہیں کی رائے ہے۔ لہٰذا میں اُس کے مقابلہ میں یہ رائے دیتا ہوں کہ اُن کا یہ خیال محض غلط ہے۔ مروجہ طریقہ تعلیم کی نسبت جس کو ہندو لوگ نہایت شوق سے قبول کرتے ہیں۔ اور جو مسلمانوں کے خیالات کے برخلاف ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ کہ ان دونوں قوموں میں نہایت اختلاف ہے۔ ہندوؤں کے بہت سے فرقے ایسے ہیں جو اپنے مذہبی مسائل سے کبھی بحث نہیں کرتے اور اس وجہ سے اُن کو اُس طریقہ تعلیم کی نسبت کچھ اعتراض نہیں ہے جو اُن کے مذہب کے برخلاف بھی ہو۔ اور مسلمانوں پر تو یہ فرض ہے کہ وہ اپنے مذہب کے تمام مسئلوں سے آگاہی حاصل کریں اور اُن کے بموجب عمل درآمد کریں۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے [illegible] ایسی تعلیم سے کنارہ کر رکھا ہے۔ جو ایک غیر زبان کے [illegible] سکھائی جاتی ہے اور جس کو وہ اپنے عقیدہ کے برخلاف سمجھتے [illegible] سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ جو مسائل کسی [illegible] جاری کیے جاتے تھے [illegible] لوگ [illegible] بدگمانی

دیکھتے تھے۔ سقراط کی نسبت اُس کے مشرک ہموطنوں نے صرف اُس وجہ سے قتل کا فتویٰ دیا۔ کہ وہ توحید میں پکا تھا۔ اور کوپرنکس نے جو طریقہ جاری کیا تھا۔ اُس کو بھی کسی زمانہ میں بہت سے عیسائی ناپسند کرتے تھے۔ اور جو شخص اُس کے طریقوں کو قبول کرتے تھے۔ اُن کو بھی سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ لیوتھر نے جو قاعدہ جاری کیا تھا۔ اُس سے بھی لوگ بخوبی رضامند نہ تھے۔ اور جب مسلمانوں نے اہلِ یونان کے اصولِ حکمت کو اختیار کیا تھا۔ مسلمان ان پر بہت کچھ نفرین کرتے تھے علیٰ ہذا جو لوگ حالات ارض سے واقف ہیں۔ اُن کا مسئلہ بہ نسبت اُس سے جو کہ بیبل میں بیان کیا گیا ہے۔ زیادہ پرانا تھا۔ پس اس کے سبب سے ابتدا میں عیسائی نہایت برانگیختہ ہوئے۔ اور گو یہ زمانہ بھی ترقی کا زمانہ ہے۔ مگر جو رونق اور عظمت قدیم سلطنت روم کو کسی زمانہ میں حاصل ہوئی تھی۔ وہ کچھ ایک دن کا کام نہ تھا۔ اس طرح یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ اس زمانہ کے موافق جو کسی حالت میں تغیرات سے خالی نہیں ہے۔ مسلمانوں کے ایسے عادات جو ہندوؤں کے نسبت زیادہ تر سخت مادے سے مرکب ہیں نہایت جلد بدل سکیں۔ بلکہ اس بات کے لئے بھی عرصہ درکار ہے پس ہم کو لازم ہے کہ اول ہم سعی و کوشش کریں اور پھر اُس کے نتیجہ کے منتظر رہیں۔ گو اس وقت بھی بہت سے

Marfat.com

آدمی قومی تہذیب میں مصروف ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب اس بات سے واقف نہیں ہیں۔ جو طریقہ تعلیم ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے تجویز کیا ہے اُس کو میں پسند نہیں کرتا اور نہ میری دانست میں وہ قابل عمل در آمد ہے۔ مگر جو بات صاحب موصوف کو منظور ہے وہ گورنمنٹ کی دست اندازی سے ہرگز حاصل ہوگی بلکہ وہ ہماری ہی کوششوں سے حاصل ہوگی۔ صفحہ ۲۱۰ میں ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"ہم کو چاہیے کہ ہم مسلمانوں کے لڑکوں کو اپنے طریقہ تعلیم کے بموجب تعلیم دیں اگر ہم اُن کے مذہب میں یا جس طریقہ سے وہ اپنے مذہبی فرائض سیکھتے ہیں اس طریقہ میں دست اندازی نکریں تو شاید اس تدبیر سے اُس مذہب کی نسبت لوگوں کا اعتقاد کم ہو جاویگا۔ اور اگر اعتقاد کم نہوگا تو اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ تعصب تو بہت ہی کم ہو جاویگا۔ اور مسلمانوں کی نئی امت کے آدمی یقیناً" انکی باتوں کی پیروی کریں گے جن کے باعث سے وہ ہندو جو کسی زمانہ میں تمام دنیا میں سب سے زیادہ متعصب تھے۔ ایسے بردبار ہو گئے ہیں۔ جیسے کہ وہ آج کل ہیں۔ ایسی بردباری سے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ اپنے بزرگوں کی نسبت اپنے مذہب کے کم معتقد ہیں۔
اور جو بیرحمی کبھی وہ کیا کرتے تھے یا جو جرم اُن سے پہلے سرزد
ہوتے تھے وہ اس بردباری کے باعث سے اب اُن سے وقوع
میں نہیں آئے۔ اور جو سختی اور تکلیف وہ ایک ایسے مذہب
کی خاطر گوارا کرتے تھے جس کی نسبت اُن کے خیالات صحیح
نہ تھے ویسی سختیاں اب نہیں اٹھاتے۔ جیساکہ آیندہ مسلمان
بھی ہو جاویں گے۔ میں اس مقام پر اس بات کا ذکر تو
نہیں کرتا کہ ہندو اور مسلمان ایسی بے پروائی کی حالت میں
کسی ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کے اعتقاد پر پہنچ سکتے ہیں مگر
یہ مجھ کو یقین ہے کہ وہ دن بھی کبھی ضرور آجاویگا اور ہمارا
یہ طریقہ تعلیم جس سے اب تک برابر خوبیاں پیدا ہوتی ہیں اول
منزل اس درجہ تک پہنچنے کی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اب
تک ہندوستان میں انگریز لوگوں کی کوششیں عقیدہ باطل کے
دفع کرنے میں کچھ بہت کارآمد نہیں ہوئیں۔"

میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی اس رائے کی تعریف نہیں کرسکتا بلاشبہ
اگر گورنمنٹ اپنی مسلمان رعایا سے صفائی اور انصاف کے ساتھ پیش
نہ آویگی سوائے جس فریب آمیز طریقہ کی ڈاکٹر صاحب نے سفارش کی ہے

Marfat.com

اُس پر عمل کرے گی۔ تو میری رائے میں اُس زمانہ اور آئندہ زمانہ میں بڑی دقت پیش آئے گی۔ گورنمنٹ کو چاہیئے۔ کہ وہ علانیہ میکالی صاحب کے لفظوں کے ساتھ یہ بات کہہ دے کہ مروجہ طریقہ تعلیم سے حقیقی مسائل کچھ جلد شائع نہیں ہوتے بلکہ جو غلطیاں از خود رفع ہو سکتی ہیں۔ اُن کے رفع ہونے میں بھی اُس کے باعث اور زیادہ دیر ہوتی ہے اور اسی کے باعث سے بیہودہ تواریخ اور بیہودہ علم الہیات کی مصنوعی ترغیب دی جاتی ہے۔ اور ایسے طالب علم پیدا ہوتے ہیں جو اپنی قوت علمیہ کو دشواری اور الزام کا باعث پاتے ہیں۔"

یہ کلمات مروجہ طریقہ تعلیم سے ابتک منسوب ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ ۱۸۵۳ء میں لکھے گئے تھے۔ اگر لارڈ میکالی صاحب کی عمدہ رائے پر پورا پورا عمل کیا جاتا تو اس ملک میں تعلیم کی اور ہی کچھ کیفیت ہوتی مگر چونکہ یہ موقع ہندوستانیوں کی تعلیم پر گفتگو کرنے کا نہیں ہے۔ اس سبب سے میں آئندہ کبھی اس ضروری معاملہ کی نسبت [illegible] بیان کروں گا۔ جو خرابیاں بالفعل موجود ہیں۔ اُن کا باعث [illegible] محکوم کے درمیان اتفاق اور ہمدردی کا نہ ہونا ہے۔ [illegible] صاحب کے سے خیالات سے بجز اس کے کہ منافرت [illegible] حاصل نہیں ہوتا اور میں یہ بات [illegible] ہوں کہ

Marfat.com

کے اختلاف کے لحاظ سے ایسے ہندوستانی شرفا کی تعداد نہایت قلیل ہے جن کے ساتھ اہلِ یورپ دلی ارتباط و اختلاط رکھتے ہوں لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی تعداد آیندہ ہر سال زیادہ ہوتی جاویگی اگر ہندوستانیوں کی طبیعتوں میں ہمدردی اور اعتبار کا اثر پیدا کیا جاوے تو اس عمدہ مقصد کے حصول میں کچھ بہت عرصہ نہیں ہوگا۔ گورنمنٹ کو چاہیے۔ کہ مسلمانوں کے دل سے اس خیال کو رفع کر دے کہ گورنمنٹ ہمارے برخلاف ہے اور ہماری ذلت کے خواہاں ہے۔

خاتمہ پر میں یہ بات کہتا ہوں کہ اگرچہ میں اُس محبت اور خیر خواہی کے سبب سے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا نہایت دل سے ممنون ہوں۔ جو انہوں نے اپنی کتاب میں بعض مقامات پر میرے ہم مذہبوں کی نسبت ظاہر فرمائی ہے۔ لیکن میں اُن کی بعد کی تحریر پر نہایت افسوس کرتا ہوں میرے دل سے یہ خیال ہرگز دور نہیں ہو سکتا۔ کہ جس وقت ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی کتاب کا لکھنا شروع کیا ہوگا۔ اُس وقت ان کو مسلمانوں کے مطالب کی ترقی کا زیادہ خیال تھا اور وہ خیال آخر تک باقی نہیں رہا۔ چنانچہ ان کی کتاب کے پچھلے صفحوں سے ظاہر ہوتا ہے میری دانست میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب کو اپنی کتاب کی تحریر کے وقت وہابیوں کی سازش کا خیال ہوگا۔ اور اسی پر انہوں نے عمل کیا ہے

Marfat.com

صاحب ممدوح کی کتاب بہ لحاظ اصول سیاست کے بالکل غلط ہے
اور تواریخ کے لحاظ سے کسی قدر کم غلط ہے۔ اور یہ بات میں پہلے ہی
بیان کر چکا ہوں۔ کہ جو اثر ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی علمی لیاقت سے ہندوستان
کے باشندوں پر ہوا ہے اُس کا رفع کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے اور
یہ اثر ہندوستانیوں کی نسبت اس سبب سے اور بھی زیادہ قوی ہو گیا
تھا۔ کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کو ہندوستان میں سب سے
اعلیٰ حاکم نے منظور کر لیا تھا۔ پس جس صورت میں ایسی غلط باتیں
تمام ملک مشہور ہو گئیں۔ تو میرا خاموش رہنا مناسب نہ ہوتا۔ چنانچہ
میں نے حتی الوسع ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی غلطیوں کی تردید کی ہے اور
گو میری کوششیں بیفائدہ ہوں۔ لیکن میں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔

تمت

Marfat.com